سلفی ادب کا ایک گوشہ

محدث ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اس وقت حضرت سفیان ثوری کو فرماتے ہوئے سنا جب ان کی مجلس میں ایک نوجوان جس کا تعلق اہل علم میں سے تھا، بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا، خود کو نمایاں کئے جا رہا تھا اور اپنے سے بڑوں پر علمی برتری اور غرور کا اظہار کر رہا تھا، اس وقت حضرت سفیان ثوری اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: سلف اس طرح نہیں ہوا کرتے تھے؛ ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک مدعی امامت ہوتا تھا نہ صدر نشینی کرتا تھا جب تک کہ تیس سال تک حصول علم نہ کر لے، اور تم اپنے سے بڑی عمر والوں پر برتری اور کبر کا مظاہرہ کرتے ہو، چلو جاؤ یہاں سے، اور آج کے بعد میری مجلس کے قریب بھی نہ آنا۔

(المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي، ص:٣٨٨)

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپئے • سالانہ: 150 روپئے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org •aljamaahmonthly@gmail.com

نگــــارشــات

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ○ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ○ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا)(کھف:۱۰۳ تا ۱۰۵)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کررہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے کفر کیا اس لئے ان کے اعمال غارت ہوگئے پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

اس کارگاہ عالم میں اللہ کی بہت سی مخلوق آباد ہے اور وہ سب اپنے اپنے طور پر زندگی گذر بسر کررہی ہیں، اللہ کی مخلوق میں سب سے معزز اور باعث شرف انسان ہیں جن کی پیدائش کا صرف واحد مقصد اللہ کی عبادت اور مرنے کے بعد رب کی بارگاہ میں احسن عمل لے کر حاضر ہونا ہے مگر کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہوکر صرف دنیاوی زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کی پوری تگ و دو، محنت وکوشش صرف دنیاوی لہوولعب اور خواہشات ولذات کے حصول کی فکر میں لگی ہوئی ہے، اس کے باوجود آخرت میں کامیابی ونجات کی رب سے امید رکھے ہوئے ہیں حالانکہ آخرت میں سرتاسر نقصان اور خسارے میں ہوں گے اور ان کی پوری محنت وکوشش ضائع وبرباد ہوجائے گی ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے:

اس کے برعکس جو لوگ اپنے مقصد تخلیق کو سمجھتے ہوئے آخرت کی فکر کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح کرتے ہیں اور اللہ کے عذاب وعقاب سے بچنے کی فکر کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اللہ کے پاس بڑی نعمتیں ورحمتیں ہیں اور (آخرت میں کامیاب وکامراں ہوں گے) آخرت کی ذلت ورسوائی اور خسران سے مامون ومحفوظ ہوں گے۔

قارئین کرام: جس وقت الجماعۃ کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھ میں پہونچ رہا ہوگا وہ شعبان کا مہینہ ہوگا جس میں لوگوں نے بے شمار دین وشریعت کے نام ایسے اعمال ایجاد کئے ہوئے ہیں جس کے تعلق سے شریعت نے سند اجازت نہیں دی ہے (مثلاً صرف پندرہویں شعبان کا روزہ ورات کا قیام **صلوۃ الفیہ یا صلاۃ**

الخیر پڑھنا یا روحوں کا دنیا میں آنا جسے مردوں کی عید کے نام سے جانا جاتا ہے اور پوری رات قبرستانوں کی سیر کرنا چراغاں وآتش بازی کرنا وغیرہ یہ سب کام دین اور ثواب کے نام پر کیا جاتا ہے) جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اسی طرح سورہ غاشیہ میں اللہ نے فرمایا اسی دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے تھکے ہوئے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے **ناصبة** کا معنی تھک کر چور ہوجانے والے یعنی انہیں اتنا پرمشقت عذاب ہوگا کہ اس سے ان کا سخت براحال ہوگا اس کا ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں عمل کرکر کے تھکے ہوئے ہوں گے، یعنی بہت عمل کرتے رہے ہوں گے لیکن وہ عمل باطل مذہب کے مطابق یا بدعات پر مبنی ہوں گے اس لئے ''عبادت'' اور ''اعمال شاقہ'' کے باوجود جہنم میں جائیں گے۔

اسی طرح سے اللہ نے سورہ ماعون میں فرمایا کہ: ان نمازیوں کے لئے ویل ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں لیکن سستی کے ساتھ یا اس کے وقت مقررہ پر نہیں پڑھتے یا خشوع خضوع اور تعدیل ارکان کے ساتھ نہیں پڑھتے یا سنت کے مطابق نہیں پڑھتے یہ سارے ہی مفہوم اس میں آجاتے ہیں اس لئے نماز کی مذکورہ ساری ہی کوتاہیوں سے بچنا چاہئے، یہاں اس مقام پر ذکر کرنے سے یہ بھی واضح ہے کہ نماز میں ان کوتاہیوں کے مرتکب وہی لوگ ہوتے ہیں جو آخرت کی جزا اور حساب کتاب پر یقین نہیں رکھتے۔ (احسن البیان)

اسی طرح اللہ نے سورہ فرقان میں فرمایا: اور انہوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کردیا۔ ''ھباء'' ان باریک ذروں کو کہتے ہیں جو کسی سوراخ سے گھر کے اندر داخل ہونے والی سورج کی کرن میں محسوس ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی انہیں ہاتھ میں پکڑنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے کافروں کے عمل بھی قیامت والے دن انہیں ذروں کی طرح بے حیثیت ہوں گے کیونکہ وہ ایمان واخلاص سے بھی خالی ہوں گے اور موافق شریعت سے بھی عاری، جبکہ عنداللہ قبولیت کے لئے دونوں شرطیں ضروری ہیں ایمان واخلاص بھی اور شریعت اسلامیہ کی مطابقت بھی۔

آخرت کا سب سے بڑا خسران ونقصان یہ ہے کہ انسان جنت کے بجائے جہنم میں داخل کردیا جائے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا، لہٰذا قیامت کے دن کے خسارے سے نجات کی صورت یہی ہے کہ انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کسی قسم کے خسارے کا مستحق ہوگیا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے احساس ندامت کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرے اللہ پر ایمان لے آئے اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے اپنے آپ کو مزین کرے اور عمل صالح میں ظاہری وباطنی اعمال اور حقوق اللہ وحقوق العباد سب شامل ہیں اور سورۃ العصر میں (بتلائے گئے اصول کو اپنالیں) جس میں خسارے سے نجات کا راستہ بتلادیا ہے ہمیں ان کی پابندی کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بچانا ہے۔ اللہ ہم سب کو دنیا وآخرت کی نعمتوں سے نوازے اور ہر قسم کے خسارے ونقصانات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

❖ ❖ ❖

اداریہ

اپنی شناخت

● محمد مقیم فیضی

ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی تاریخ روشن اور کارناموں سے پر ہے، دہلی سے جو تحریک اٹھی وہ پورے برصغیر میں پھلی پھولی، پروان چڑھی اور ایسی ثمر آور ہوئی کہ ہر لحظ اس کی نئی شان نئی آن ہے، پس ان سورماؤں اور جیالوں کی عظمتوں کو ہزار سلام جنھوں نے اپنی اجنبی اور ناموس آوازوں کو اتنے اونچے سروں میں اٹھایا کہ زمانہ نہ چاہنے کے باوجود انہیں سننے پر مجبور ہوگیا، ہاں وہ پھولوں کی سیج کی بجائے کانٹوں بھری راہ چلے اور راہ وفا میں چلچلاتی ہوئی دھوپ انہیں راحت رساں سایوں سے زیادہ عزیز ہوئی، گالیاں سن کے نظریں جھکالیں، مار کھا کے مسکراتے رہے، عزم کے اتنے پکے تھے کہ راستے میں آنے والی ہر چٹان کو انھوں نے عزیمت کی ٹھوکروں سے اڑادیا، جو کہنا تھا کہہ گئے، جو سنانا تھا سنا چکے، جو لکھنا تھا لکھ دیا، جو کرنا تھا کر بیٹھے، بڑے بڑے طرم خانوں اور تنگڑم بازوں نے انہیں نچلا بیٹھانا چاہا مگر ان کی ایک نہ چلی، ادھر سے تاکا تو ادھر جا نکلے، یہاں سے گھیرا تو وہاں نمودار ہوگئے بالآخر پیچھا کرنے والے عاجز و درماندہ رہ گئے، ان پر تو اللہ کا اتارا ہوا رنگ چڑھا تھا وہ کسی کے قابو میں آنے والے کب تھے؟ پھر وہ وقت بھی آیا کہ جو دوڑانے والے تھے وہ دوڑاتے دوڑاتے تھکنے لگے تو اچانک دونوں کی منزلیں ایک ہوگئیں اور جو راہ زنی کرنے نکلے تھے وہ شریک کارواں ہوگئے، بڑا واویلا ہوا، دارو گیر چلی، کوٹ کچہریوں کے چکر کاٹے گئے، مقدمے بھگتائے گئے، جیلوں کی ہوا بھی کھانی پڑی، کچھ پھانسیوں پہ چڑھادیئے گئے ان کی بنتی ہوئی مسجدیں ڈھادی گئیں، کتابیں جلادی گئیں، جلسے درہم برہم کردئے گئے، نمازیں پڑھتے ہوئے مسجدوں میں پیٹے گئے، جھڑکیاں دی گئیں، ہر تدبیر جو ہوسکتی تھی حق کی آواز کو روکنے دبانے کی تقریری، تحریری، بدنی وہ عمل میں لائی گئی مگر ادھر تدبیریں الٹتی گئیں اور ادھر بات بنتی ہی گئی، وہ اخلاص تھا، جذبوں کی صداقت تھی، جوش عمل کی تپش تھی، لگن کی سچائی تھی، جو کچھ بھی تھا بہت خوب تھا، اللہ کی مدد آگئی، آج جہاں چلے جایئے آپ کو ان کاوشوں کا ثمرہ صاف نظر آجائے گا، عظیم الشان مسجدیں، بڑے بڑے مدرسے اور جامعات، بھرے پرے کتب خانے، گلیوں میں قائم جلسے، میدانوں میں منعقد ہونے والی کانفرنسیں، مسجدوں میں جاری دروس واجتماعات ہر طرف ایک خوشگوار ہنگامہ مچا ہے، اب کتاب وسنت کی وہ اجنبی اور نامانوس آواز تسکین جان اور رفعت ایمان بن چکی ہے اور کانوں میں رس گھولنے لگی ہے، اب اسے سن کر ایک بڑے حلقے کو غصہ نہیں آتا بلکہ پیار امڈتا ہے، صد شکر اس رب ذوالجلال کا جس کی سنت اپنے ماننے والوں سے پیار کرنے اور انہیں نوازنے کی ہے، دنیا تو دارالامتحان ہے، یہاں آزمائش سے مفر نہیں تاہم وہ اخلاص کی سچائیوں کو کبھی زیر نہیں ہونے دیتا، بلندی بشرط طاعت ایمان

والوں کا مقدر ہے، تاریخ تو ایک طرف قرآن عظیم خود اس کا سچا اور امانتدار گواہ ہے۔

جو لوگ کل تک اپنے کالے کارناموں پر فخر کر رہے تھے وہ تاریخ کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے، اور اگر نہیں ہوئے تو سامان عبرت ہو گئے، اور اگر اس سے بھی بچ گئے تو آخرت کا تازیانہ بہت بڑا ہے اور سارے ہیکڑوں کو بے بس کر دینے والا ہے۔ مگر جو لوگ کل تک پھٹی چٹائیوں پر بیٹھے اور لیٹے ہوئے بے وقعت سمجھے جا رہے تھے انھوں نے اپنے خون پسینے سے جو کارنامے رقم کئے وہ جگمگا رہے ہیں، درحقیقت دنیا نے ان کے عہد میں انہیں پہچانا ہو یا نہ پہچانا ہو مگر انھوں نے اپنی شناخت اچھی طرح کر لی تھی اور یہی شناخت بڑائی اور کارناموں کی بنیاد ہوتی ہے، اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ جس طرح فرد اپنی شناخت کرتا ہے اسی طرح جماعتیں بھی اگر اپنی قوتوں اور صلاحیتوں اور امکانات کا صحیح اندازہ لگانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو ان سے بھی کارناموں کی بجائے کرشمے وجود میں آنے لگتے ہیں، اور آج الحمدللہ ممبئ، کوکن اور مہاراشٹر کی جماعت اہل حدیث ان شاء اللہ اس پوزیشن میں ہے کہ اس سے کوئی کرشمہ وجود میں آجائے، بس اسے اپنی شناخت کی دیر ہے، آج ایک محتاط اندازے کے مطابق ممبئ کی جماعت اہل حدیث کے افراد سالانہ مسجدیں تعمیر کرنے میں کروڑ ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کرتے ہیں، سالانہ جلسوں میں ان کے اخراجات کا تخمینہ تقریباً دو کروڑ یا اس سے بھی زائد ہے، مدرسوں اور جامعات کو چندہ بھی کروڑوں میں جاتا ہے اور پورے ہندوستان میں جاتا ہے، ہر سال سیکڑوں شادیاں ہوتی ہیں جن میں ۲۰ لاکھ سے تیس لاکھ تک یا اس سے بھی زائد عام طور پر ایک ایک شادی میں خرچ ہو جاتے ہیں، گھروں کے ڈیکوریشن میں جن کا تعلق اساسیات سے نہیں بلکہ کمالیات یا فضولیات سے ہے لاکھ سے پچاس لاکھ تک خرچ کرنے والے موجود ہیں، ضرورت سے زائد موبائلوں پر بھی لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ...... کیا یہ جماعت جو **الحمدلله وبارك الله فيها وزاد في ثرواتها وخيراتها** اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اپنی ہی ملت اور جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کی شخصیت سازی اور تعلیمی وتربیتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے پچیس پچاس ایکڑ زمین خرید کر اس پر ادارے بنا سکے، جہاں اپنا عصری اسکول ہو، مختلف قسم کے پیشہ ورانہ تعلیم کے کالج اور ادارے ہوں اور بچوں کی تربیت کے لئے مناسب ماحول فراہم ہو، اس کے علاوہ بہت سی دعوتی اور نشریاتی ضرورتیں بھی پوری ہوں، اور اس پہلے مرحلے کے بعد دوسرے اور تیسرے مرحلے بھی ہیں اور ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے۔

الحمد یہ سوچ جماعت میں موجود ہے جس کا اندازہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کی طرف سے مورخہ ۳/اپریل ۲۰۱۶ء کی جامعہ الرشاد میں منعقد ٹرسٹیان مساجد کی میٹنگ میں ہوا اور محسوس ہوا کہ اگر یہی بات پوری جماعت میں تحریک بن جائے تو کچھ مشکل نہیں ہے، اور اگر یہ کام ہوا تو ان شاء اللہ موجودہ نسل آئندہ آنے والی نسلوں کی دعاؤں کی مستحق اور ان کی محسن بن کر نمایاں ہوگی اور بشرط اخلاص اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم سے نوازی جائے گی۔ کہاں ہیں اللہ کے وہ بندے جو اس کام کا بیڑا اٹھالیں، اے اللہ تو حوصلوں کو نئی توانائیاں دے اور اس مرحلے کو آسان گزار دے۔ آمین

❖ ❖ ❖

احکام ومسائل

ماہ رجب کی چند بدعات

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

اسلامی یا ہجری سال کے دیگر کئی مہینوں کی طرح ماہ رجب میں بھی سماج میں کئی بدعتیں پائیں جاتی ہیں، جن میں سے تین بدعتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں نماز رغائب پڑھنا اورجشن منانا۔

۲۔اسراء ومعراج کا جشن منانا۔

۳۔کونڈے بھرنا اورغیر اللہ کی نذر ماننا۔

ذیل میں ان تینوں بدعات پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا:

ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں ابومحمد المقدسی رحمہ اللہ نے خبر دیا' وہ فرماتے ہیں:''جہاں تک ماہ رجب کی نماز کا مسئلہ ہے تو ہمارے یہاں بیت المقدس میں اس کی ایجاد (وجود) ۴۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اس سے قبل اس نماز کو ہم نے نہ کبھی دیکھا تھا، اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا تھا''۔(الحوادث والبدع، از امام ابوبکر طرطوشی، ص۲۶۷، نمبر:۲۳۸)۔

اور امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''جہاں تک صلاۃ الرغائب کا مسئلہ ہے تو آج کل لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں مغرب اورعشاء کے درمیان یہی نماز پڑھی جاتی ہے''۔(کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۱۳۸)

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''جہاں تک نماز کی بات ہے تو ماہ رجب میں کوئی مخصوص نماز ثابت نہیں ہے، اور ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں جھوٹ' باطل اور غیر صحیح ہیں، اور یہ نماز جمہور اہل علم (علماء کرام) کے نزدیک بدعت ہے'' (لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، ص:۲۲۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ماہ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ' اور اس کی کسی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے''۔(تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب، ص۲۳)

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں رجب کی فضیلت، یا اس کے روزوں، یا اس کے کسی بھی خاص دن کے روزوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں؛ ضعیف اور موضوع۔(تبیین العجب بما ورد فی شہر

رجب،ص ۲۳)

پھر حدیث صلاۃ الرغائب کا تذکرہ فرمایا ہے، جس میں یہ ہے کہ رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے، پھر جمعہ کی شب مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، تین بار {إنا أنزلناه في ليلة القدر} اور بارہ بار {قل هو الله أحد} کی تلاوت کرے، اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے تسبیح، استغفار، سجدہ اور درود نبوی ﷺ کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

پھر یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے، نیز بتایا ہے کہ اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ جو یہ نماز پڑھے اس پر ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ بھی رکھے، جبکہ بسا اوقات دن میں کافی سخت گرمی پڑتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انسان روزہ رکھے گا تو اسے نماز مغرب تک کھانے پینے سے احتراز کرنا ضروری ہوگا، اور پھر مغرب کے بعد اس نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوگا، اور پھر ان لمبی تسبیحوں اور طویل سجدوں میں اپنے آپ کو کھپائے گا تو کس قدر تکلیف اور اذیت رسانی سے دوچار ہوگا؟! نیز فرماتے ہیں: ''مجھے ماہ رمضان اور صلاۃ تراویح پر غیرت آتی ہے کہ اس میں اہل ایمان کی کس قدر بھیڑ ہوتی ہے، لیکن جاہل عوام کے نزدیک یہ نماز (صلاۃ الرغائب) اُس سے بھی افضل اور عظیم تر ہے، کیوں کہ اس میں وہ لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں جو فرائض تک نہیں ادا کرتے''۔ (نیز دیکھئے: کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲/۴۱۷ وجامع الاصول فی أحادیث الرسول :۶/۱۰۴، نمبر ۴۲۶۸، دیکھئے: تبیین العجب بما ورد فی شھر رجب، ص: ۵۴)

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ صلاۃ الرغائب کے متعلق فرماتے ہیں: ''صلاۃ الرغائب والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے، اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جو چوتھی صدی ہجری کے بعد معرض وجود میں آئی''۔ (کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۴۵)

امام عز بن عبد السلام رحمہ اللہ نے ۶۳۷ھ میں فتویٰ دیا ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت ہے، اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے''۔ (کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۴۹)

صلاۃ الرغائب کے بطلان اور اس کے مفاسد کے سلسلہ میں امام ابوشامہ رحمہ اللہ کی بات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گفتگو ختم کرتا ہوں، امام ابوشامہ رحمہ اللہ نے اس نماز کے مفاسد کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱۔ اس نماز کے بدعت ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے علاوہ وہ تمام لوگ جنھوں نے کتب شریعت کی جمع وتدوین فرمائی ہے، جنھیں دین اسلام کے منارہ اور مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اور جو لوگوں کو فرائض وسنن کی تعلیم دینے کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے، لیکن اس کے باوجود ان سے کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے کسی نے اس نماز کا تذکرہ کیا ہو، یا اپنی کتاب میں لکھا ہو، یا اپنی مجلس میں اس سے کوئی تعرض کیا ہو، جبکہ عرف وعادت میں ایسا ہونا محال ہے کہ اس نماز کو سنت کی حیثیت حاصل ہو اور ان ائمہ کی نگاہ بصیرت سے اوجھل رہ جائے۔

۲۔ یہ نماز مندرجہ ذیل تین وجوہات کے سبب شریعت کے مخالف ہے:

پہلی وجہ: یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي، ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام، إلا أن يكون في صوم يصومه أحدكم"۔(متفق علیہ: البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ، ۲/ ۳۰۳، حدیث نمبر (۱۹۸۵) ومسلم، کتاب الصیام، باب کراھۃ صوم یوم الجمعۃ منفرداً، ۲/۸۰۱، حدیث نمبر: ۱۱۴۴)

راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور نہ ہی دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے خاص کرو، ہاں اگر تم میں سے کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور اس دن جمعہ پڑ جائے (تو کوئی بات نہیں)۔

لہٰذا اس حدیث کی بنیاد پر یہ جائز نہیں کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں کے بالمقابل کسی اضافی نماز کیلئے خاص کیا جائے۔(دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۵۶)

یہ حدیث رجب کے پہلے جمعہ کی شب کو اور اس کے علاوہ کسی بھی شب کو عام ہے۔

دوسری وجہ: رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں، کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ کا بہتان لگایا گیا ہے، اور اعمال کی جزاء میں من مانی اور بلا دلیل تقدیر فرض کر کے اللہ رب العالمین پر جھوٹ کا طومار باندھا گیا ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گھڑی ہوئی چیزوں کو معطل قرار دیا جائے، اور اس کی قباحت وشناعت کو آشکارا کیا جائے، اور اس سے لوگوں کو متنفر کیا جائے، کیونکہ اس کی موافقت کرنے سے درج ذیل مفاسد لازم آتے ہیں:

(۱) اس نماز کی فضیلت اور کفارہ بننے کے سلسلے میں جو چیزیں آئی ہیں ان پر عوام کا اعتماد کر لینا، جب کہ یہ چیز انہیں درج ذیل دو خطرناکیوں میں ڈال دینے کا سبب ہے:

۱۔ فرائض میں کوتاہی۔ ۲۔ گناہوں میں انہماک۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اس شب کی آمد کے انتظار میں رہتے ہیں، اور اسے ادا کر کے اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی کا سامان اور گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں، اور اس طرح حدیث صلاۃ الرغائب کے وضع کرنے والے کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے یعنی نیکیوں کی ترغیب میں بہ کثرت معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

(۲) بدعات پر عمل آوری سے بدعتیوں کو لوگوں کو گمراہ کرنے میں شہ ملتی ہے، جب وہ اپنی وضع کردہ بدعات کو رواج پاتے اور لوگوں کو اس میں منہمک ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ لوگوں کو نئی نئی بدعات میں ملوث کرتے رہتے ہیں، جبکہ بدعات کے ترک کر دینے سے بدعتیوں کو بدعت گری سے زجر وتوبیخ ہوتی ہے۔

(۳) جب ایک عالم اور جانکار شخص اس بدعت پر عمل کرتا ہے تو عوام کو اس کے سنت ہونے کا فریب دیتا ہے، اور اس طرح وہ شخص زبانِ حال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر جھوٹ منسوب کرنے والا قرار پاتا ہے، اور بسا اوقات زبانِ حال زبانِ قال (کلام) کے قائم مقام ہوتی ہے۔لوگ اکثر اسی

سبب سے بدعات کا شکار ہوئے ہیں۔

(۴) ایک عالم آدمی جب اس بدعی نماز کو پڑھتا ہے تو گویا وہ لوگوں کے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ منسوب کرنے کا سبب بنتا ہے، چنانچہ لوگ اس نماز کو سنت کہنے لگتے ہیں۔

تیسری وجہ: یہ بدعی نماز 'نماز سے متعلق کئی مسائل میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے:

۱- یہ نماز سجدوں کی تعداد، تسبیحوں کی تعداد، اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ قدر و سورۂ اخلاص کی تلاوت کی تعداد کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی دیگر نمازوں میں معروف سنتوں کے خلاف ہے۔

۲- نماز میں خشوع وخضوع، استحضار قلبی، اللہ کے لئے فارغ البالی، نیز قرآن کریم کے معانی سے واقفیت، وغیرہ جیسی سنتوں کے خلاف ہے۔

۳- گھروں میں نوافل کی ادائیگی کی سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نوافل کی ادائیگی مساجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے، اسی طرح فرداً فرداً ادا کرنا بھی مسنون ہے سوائے رمضان میں نماز تراویح کے۔

۴- اس بدعی نماز کے وضع کرنے والوں کے نزدیک اس نماز کا کمال یہ ہے کہ اس دن (جمعرات کو) روزہ رکھا جائے، اور ایسا کرنے سے دو سنتوں کا معطل کرنا لازم آتا ہے، افطار کی سنت، اور بھوک و پیاس کی شدت سے دل کا فارغ رکھنا۔

۵- اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد کئے جانے والے دو سجدے بلا وجہ ہیں۔ (دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۵۳-۱۹۶، یہ تمام مفاسد اور بطلان کے وجوہات رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' اور اسی طرح پندرہویں شعبان کی شب میں ادا کی جانے والی نماز ہر دو کو شامل ہیں، جیسا کہ امام ابوشامہ نے اپنی کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' (ص: ۱۷۴) میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔

سابقہ تمام دلائل، ائمہ کرام کے فرمودات، بطلان کے وجوہات اور مفاسد کے اقسام سے ایک عقلمند کے لئے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت اور اسلام میں ایک بے اصل اور نو ایجاد شے ہے۔

اسراء ومعراج کی شب میں جشن منانا:

اسراء ومعراج کی شب اللہ عزوجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کی حقانیت وصداقت، عند اللہ آپ کی عظیم قدر ومنزلت، اللہ کی قدرت بے پایاں، اور اللہ عز وجل کے اپنے تمام مخلوقات پر عالی وبلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ارشاد باری ہے:

{سبحا ن الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذي بار كنا حوله لنريه من آياتنا إنه هو السميع البصير} [سورۃ الاسراء:۱]

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جس کے آس پاس ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا، آپ کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے رب نے اپنے ارادے کے مطابق آپ سے گفتگو فرمائی، اور پانچ نمازیں فرض کیں، اللہ عزوجل نے ابتدا میں پچاس نمازیں فرض کی تھیں، لیکن ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے برابر مراجعہ کرتے رہے، اور تخفیف کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے باعتبار فرضیت پانچ نمازیں رکھیں اور باعتبار اجر وثواب پچاس، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا دیا جاتا ہے، پس ہر طرح کی حمد وشکر اس اللہ تعالیٰ کے لئے لائق وزیبا ہے جس نے ہمیں ان گنت وبے شمار نعمتوں سے نوازا۔ (دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، ص:۱۶)

یہ شب جس میں واقعۂ اسراء پیش آیا، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اس میں کسی طرح کا جشن منانا اور اسے کسی بھی طرح کی غیر مشروع عبادت کے لئے خاص کرنا جائز نہیں:

اولاً: یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج پیش آیا اس کی تحدید وتعیین کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، نہ رجب کی نہ کسی اور مہینہ کی، چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی بعثت کے پندرہ ماہ بعد پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الآخر کی ستائیسویں شب میں پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد پیش آیا۔ (دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۲/ ۲۶۷-۲۶۸) اور کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی ستائیسویں شب میں پیش آیا۔ (دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۲۳۲)

امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض قصہ گوؤں کے حوالہ سے جو ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ اسراء ماہ رجب میں پیش آیا، یہ بات اصحاب جرح وتعدیل کے نزدیک سراسر جھوٹ ہے''۔ (کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص:۲۳۲، نیز دیکھئے: تبیین العجب بما ورد فی رجب، از امام ابن حجر، ص:۹، ۱۹، ۵۲، ۶۴، ۶۵)

امام ابن القیم رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ: ''شب اسراء کے بارے میں پتہ نہیں کہ وہ کونسی رات تھی''۔ (دیکھئے: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، از امام ابن القیم، ۱/ ۵۸)

علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج رونما ہوا صحیح احادیث میں اس کی کوئی تعیین موجود نہیں ہے، نہ رجب میں اور نہ کسی اور مہینہ کی، اس رات کی تعیین کے سلسلہ میں جو روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں وہ محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، اور اس شب کے بھلا دینے (نامعلوم رکھنے) میں بھی اللہ کی کوئی حکمت بالغہ کارفرما ہے''۔ (التحذیر من البدع، ص:۱۷)

اور اگر اس کی تعیین ثابت بھی ہوجائے تب بھی بلا دلیل خصوصیت کے ساتھ اس میں کسی قسم کی عبادت کرنا جائز نہیں۔ (دیکھئے: مصدر سابق: ص:۱۷)

ثانیاً: اصحاب ایمان اور اہل علم میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کسی نے شب اسراء ومعراج کو دیگر راتوں پر کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت دی ہو، اور یہ کہ نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابۂ کرام، تابعین، اور تبع تابعین وغیرہم نے نہ تو اس شب میں کوئی جشن منایا، اور نہ ہی اسے کسی عبادت کے لئے خاص کیا، اور

نہ ہی اس کا ذکر کیا، لہٰذا اگر اس شب میں تقریب منانے اور محفل معراج منعقد کرنے کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے قول یا فعل سے اس کی رہنمائی ضرور فرمائی ہوتی، اور اگر فی الحقیقت ایسی کوئی بات ہوتی تو معروف ومشہور ہوتی، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے نقل کر کے ہم تک ضرور پہونچاتے۔(دیکھئے: زاد المعاد، از امام ابن القیم، ۱/ ۵۸، والتحذیر من البدع، از علامہ بن باز، ص:۱۷)

ثالثاً: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اپنے دین کی تکمیل فرمادی ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد ربانی ہے:

{اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً}۔(سورۃ المائدۃ:۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اورتم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

نیز ارشاد ہے:

{أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم يأذن به الله ولو لا كلمة الفصل لقضي بينهم وإن الظالمين لهم عذاب أليم}[سورۃ الشوریٰ:۲۱]۔

کیا ان کیلئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے اللہ کے دین میں اللہ کی فرمائی ہوئی چیزوں کے علاوہ احکام دین مقرر کردیئے ہیں، اگر فیصلہ کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کردیا جاتا، یقیناً ظالموں کے لئے ہی دردناک عذاب ہے۔

رابعاً: نبی کریم ﷺ نے بدعات سے بچنے اور دور رہنے کی تنبیہ کی ہے اور صراحت فرمادی ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور بدعتی کے منہ پر دے ماری جانے والی (نا قابل قبول) ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد"۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" (صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، ۳/ ۱۳۴۴، حدیث نمبر(۱۷۱۸)، متفق علیہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:"من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد"، دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر(۲۶۹۷)، مسلم، حدیث نمبر(۱۷۱۸)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے اسلام میں نہیں تو وہ مردود ہے۔

سلف صالحین نے بھی بدعات سے ڈرایا ہے کیونکہ بدعات دین اسلام میں زیادتی اور شریعت کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کی نہ اللہ عز وجل نے اجازت دی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے، بلکہ یہ اللہ کے دشمن یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے جس طرح انہوں نے اپنے اپنے دین (یہودیت وعیسائیت) میں نئی نئی چیزوں کا اضافہ کرلیا۔(دیکھئے: التحذیر من البدع، از شیخ ابن باز، ص:۱۹)

کونڈے بھرنا اور غیر اللہ کی نذر ماننا:

یہ بھی ایک نہایت گھناؤنی بدعت ہے جو بدقسمتی سے شیعوں کے ذریعہ سنیوں میں درآئی ہے، اس سلسلہ میں بغرض اختصار ایک استفتاء اور اس کا جواب نقل کردینا کافی ہوگا، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ 22 رجب کو اکثر جگہ پر کونڈوں کا رواج ہے ان کے متعلق شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ کونڈوں کی اصلیت کیا ہے؟ کیا اہل سنت وجماعت کو یہ رسم ادا کرنی چاہئے؟ اس میں شرکت کرنی کیسے ہے؟ امید ہے کہ علماء دین شرع محمدی کے مطابق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے؟

فتویٰ:

الجواب وھوالموفق للصواب

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلسنت والجماعت میں محض بے اصل خلاف شرع اور بدعت محدثہ اور ممنوعہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اسلام سے بھی اس کے متعلق کچھ منقول نہیں۔ یہ صحابہ کرام کے خلاف بغض رکھنے والوں اور معاندین کی ایجاد کردہ ہے کیونکہ 22 رجب کو حضرت امام جعفر کی پیدائش ہے نہ کہ وفات۔ ان کی ولادت صحیح روایت کے مطابق 8 رمضان المبارک 80ھ میں یا 82ھ میں ہوئی اور وفات ماہ شوال 148ھ میں ہوئی۔ اس تاریخ کو یعنی 22 رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں البتہ 22 رجب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت لکھنو میں یہ رسم ایجاد ہوئی۔ اس وقت اہلسنت والجماعت کا غلبہ تھا اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی علانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو سکے۔ دشمنان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں یہ شیرینی کھالیں اور اس طرح اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کریں جب اس کا چرچا ہوا اور راز طشت از بام ہونے لگا تو اس کو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کر کے اور ایک لغو روایت گھڑ کر حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر تہمت لگائی کہ انہوں نے خود 22 رجب کو اپنی فاتحہ دینے کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔

لہٰذا برادران اہلسنت والجماعت کو اس لغو رسم سے دور رہنا چاہئے اپنے دوسرے بھائیوں کو اس رسم کے پاس پھٹکنے نہ دیں۔ نہ خود اس رسم کو کریں اور نہ اس میں شرکت کر کے دشمنان امیر معاویہ کی خوشی میں شریک ہو کر گناہ کے مرتکب ہوں۔ اسی فتویٰ پر تمام مکاتب فکر کے جید علماء کے دستخط ہیں۔ مولانا سیف الرحمن الفلاح۔

(ہفت روزہ اہلحدیث شمارہ نمبر 28، جلد نمبر 3039 جمادی الثانی تا 06 رجب 1429ھ 05 جون تا 11 جولائی 2008ء)

نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: (رجب کے کونڈوں پر ایک نظر، از ابوجنید محمد صادق خلیل مری)

۞۞۞

احکام ومسائل

(دوسری اور آخری قسط)

پیچیدہ مسائل میں رہنمائی کا حقدار کون؟

• محمد مقیم فیضی

اور ابن بطہ نے (الابانہ:۱/ ۱۲۲-۱۲۳) میں اس واقعہ پر تعلیق چڑھاتے ہوئے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ کوئی کمزور دل اور کم علم شخص جب اس واقعہ کو سنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو دیکھے تو اس کے دل میں ایسے وسوسے پیدا ہوں جن کی گھیرا بندیوں سے نکلنے کا اسے راستہ نہ ملے اور امام ہادی و عاقل رحمۃ اللہ علیہ کے اس فعل کو برا گردانے لگے اور یہ سوال کرے کہ کیا جو شخص آیات کتاب اللہ کے معانی دریافت کرتا ہو اور ان کی تفسیر جاننا چاہتا ہو اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسے المناک مار لگائی جائے، جلاوطن کردیا جائے اور اس کا بائیکاٹ ہو اور اس کی تشہیر کی جائے؟ حالانکہ درحقیقت بات وہ نہیں ہے جو یہ کم علم سمجھ بیٹھا ہے، بلکہ معاملہ اس کے خیالات کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں ان کی طرف ہجرت کیا کرتے تھے اور ان کی وفات کے بعد وفد بنا کر خلفائے راشدین کے پاس آیا کرتے تھے، مقصد یہ ہوتا تھا کہ دین سمجھیں، ان کی ایمانی بصیرت میں اضافہ ہو اور ان فرائض کا علم حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم کردیا ہے، پھر جب حضرت عمر کو یہ خبر لگی یہ شخص مدینہ آیا ہے اور متشابہ قرآن کے بارے میں سوال کرتا ہے اور غیر واجب چیزوں کی طلب کرتا ہے جن کے متعلق نہ جاننے سے اسے کوئی نقصان نہیں ہونے والا ہے اور یہ چیزیں اس کے لئے فائدہ مند بھی نہیں ہیں جبکہ اس پر واجب یہ تھا کہ جب وہ اپنے امام کے پاس آیا ہے تو خود کو فرائض و واجبات کے علم میں مشغول کرتا اور دین میں حلال وحرام کی معلومات حاصل کرتا مگر جب حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی توجہ ان مسائل کی طرف نہیں ہے اور ابھی وہ ان سے ملا بھی نہیں تھا تو انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کے دل میں فضولیات بھری ہیں، اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کے فرائض وواجبات کی طرف نہیں ہے، اور اس کی ساری تگ ودو غیر نفع بخش چیزوں کے پیچھے ہے تو آپ نے اس کے متعلق یہ خطرہ محسوس کیا کہ یہ شخص قرآنی متشابہات میں مشغول ہوگا اور ایسے مسائل کی کرید میں لگ جائے گا جو اس کی عقل میں سمانے والے نہیں تو اس کے دل میں کجی پیدا ہوجائے گی اور وہ بے راہ رو ہوکر ہلاک ہوجائے گا، تو انھوں نے ارادہ فرمایا کہ اس کی اس طرز فکر پر ضرب لگائیں، اس کی تذلیل کریں اور اسے دوبارہ ایسی حرکت سے باز رکھیں۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت عمر نے کہا کہ اگر میں تجھے سر منڈائے ہوئے پاتا تو تیری اس کھوپڑی کو اڑا دیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں، تو کیا جو شخص اپنا سر منڈالے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے؟ میں کہتا ہوں کہ کج فکر لوگ اسی طرح کی سوچ کی وجہ سے آفتوں میں پڑے اور کرید کرنے والے اسی طرح کی مصیبتوں کا شکار ہوئے، جن کی فکر کوتاہ اور جن کی قوت فہم ہدایت

یافتہ ائمہ اور خلفائے راشدین کے تصرفات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ انھوں نے اپنے نفس کے اندر عاجزی کے مقامات کو نہیں جانا اور نقص و تقصیر کو اپنے سلف کی طرف منسوب کرنے لگے، (اب سنو کہ) ایسا اس لئے کہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ:

"یخرج قوم أحداث الأسنان سفهاء الأحلام، یقولون من قول خیر الناس، یقرؤون القرآن لا یجاوز حناجرهم، یمرقون من الإسلام کما یمرق السهم من الرمیة، من لقیهم فلیقتلهم فإن في قتلهم أجرا عندالله"۔ (بخاری: ۳۶۱۱) کچھ نوعمر اور کم عقل لوگ نکلیں گے جو سب سے بہتر انسان کے ارشادات سے باتیں کریں گے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، جس کی ان سے مڈبھیڑ ہو وہ انہیں قتل کردے کیونکہ ان کے قتل کردینے میں اللہ کے نزدیک اجر ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے: "**طوبی لمن قتلهم، وطوبی لمن قتلوه، قیل یا رسول الله! ما علامتهم؟ قال: سیما هم التحلیق**"۔ (ابوداؤد: ۴۷۶۶، البانی نے طوبیٰ لمن قتلہ وقتلوہ کے الفاظ کے ساتھ اس کی تصحیح کی ہے)

خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جس نے انہیں قتل کردیا اور خوشخبری اس شخص کے لئے جسے ان لوگوں نے قتل کردیا، سوال ہوا کہ اللہ کے رسول ان کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کی نشانی سر منڈانا ہے۔

لہٰذا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے غیر مفید اور لایعنی مسائل کی خبر لگی تو انھوں نے اس کے سر کو کھول کر دیکھا تاکہ اس بات کی تحقیق کرلیں کہ وہ علامت اور صفت جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی اس کے اندر پائی جاتی ہے یا نہیں اور جب وہ اس کے اندر نہیں پائی گئی تو اس کی اچھی تادیب کردی تاکہ وہ ان مسائل میں انہماک اور مبالغے سے باز آجائے جن کی فہم کے لئے اس کا سینہ تنگ ہو اور وہ اس کی سمجھ سے بالاتر ہوں اور نتیجے میں اس علامت کے حامل لوگوں میں سے ہوجائے جن کے قتل کا نبی ﷺ نے حکم دیا تھا چنانچہ اپنی تادیب کے ذریعہ اس کے خون اور دین کے محافظ بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی جلاوطنی کے حکم سے صبیغ کو بڑا نفع پہنچایا چنانچہ جب حروریہ نے خروج کیا تو لوگوں نے صبیغ سے کہا کہ کچھ لوگ نکلے ہیں جو ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں تو اس نے کہا! چھوڑو چھوڑو ان کی باتیں نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے مجھے مرد صالح کی موعظت سے بڑا نفع پہنچایا ہے، اور حضرت عمر نے صبیغ کو اتنا پیٹا تھا کہ خون اس کے چہرے پر یا قدموں پر یا ایڑیوں پر بہہ کر آنے لگا تھا اور صبیغ اپنے بعد والوں کے لئے ایک مثال بن گیا تھا اور اس واقعہ کی وجہ سے کرید کرنے والے اور اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے ڈرنے لگے تھے۔

حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے انفال کے بارے میں ان سے سوال کیا تو ابن عباس نے فرمایا کہ آدمی (گھوڑا اور زین دیا کرتا تھا) اس نے سوال پھر دہرایا، انھوں نے پھر ویسا ہی جواب دیا اس نے سوال پھر دہرایا ابن عباس نے پھر ویسا ہی جواب دیا اور اس کے بعد فرمایا: جانتے ہو اس کی مثال کیا ہے؟ یہ تو اس صبیغ کی طرح ہے جسے عمر رضی اللہ عنہ نے پیٹا تھا، اگر آج عمر زندہ

ہوتے تو کوئی آدمی لایعنی سوال نہیں کرسکتا تھا۔اھ

ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صورت حال ایسی ہی تھی کہ جب کسی فتنے نے سر اٹھایا تو انھوں نے اسے وہیں کچل دیا اور جب اس کا کوئی جھنڈا کھولا گیا انھوں نے اسے وہیں پھاڑ کر ریزہ ریزہ کردیا، مسلمانوں کا لشکر روئے زمین پر رواں دواں تھا، ان کے سامنے جو بھی لشکر آیا شکست خوردہ ہوکر بھاگا جو بھی حکومت کھڑی ہوئی پاش پاش ہوئی اور جو علم بلند ہوا گرادیا گیا۔

ابن بطہ ہی نے (الابانہ:۱/ ۱۲۳-۱۲۴) میں فرمایا کہ امام ہادی امیر المؤمنین علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ بھی ایسے مسائل میں الجھنے کو منکر گردانتے تھے، انہیں ناپسند فرماتے تھے اور سائل کو زجر وتوبیخ کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، تو ابن الکوا نے کہا کہ وہ سیاہی کیا ہے جو چاند کے اندر پائی جاتی ہے؟ فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور اس کے علم واختیار کی چیز ہے، تو وہ سوال کیوں نہیں کرتا جو تیری دنیا اور آخرت میں تجھے نفع پہنچائے؟ وہ رات کا مٹانا ہے، اور اس میں ایک دوسرے طریق سے اضافہ بھی موجود ہے کہ اس نے کہا: آپ ہمیں (وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ○ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا) (الذاریات: ۱-۲) کے متعلق بتایئے تو انھوں نے فرمایا کہ تیری بربادی ہو سوال کو توسمجھنے کے لئے کیا کر محض شرارت کے طور پر سوال نہ کر اور ایسی چیزوں کے متعلق سوال کر جو تیرے کام کی ہوں اور بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

علماء وعقلاء کا یہی دستور چلا آتا ہے کہ جب کوئی سائل ان سے ایسی باتیں پوچھتا ہو جن کا علم اس کے لئے نفع بخش نہ ہو اور نہ ان باتوں کے نہ جاننے سے اسے کوئی نقصان پہنچتا ہو۔ یا ہوسکتا ہے کہ جواب سائل کے معیار سے اونچا اور اس کی فہم سے بالا ہو۔ تو اسے جواب نہیں دیتے تھے یا ڈانٹ ڈپٹ کر بھگادیتے تھے۔

حضرت ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ سائل کے لئے ان کے متعلق سوال کرنا جائز ہوتا ہے نہ مجیب کو اس کے متعلق جواب دینا ہی درست ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''**من أفتى الناس في كل مايستفتونه فهو مجنون**'' جو لوگوں کے ہر استفتا (سوال) کا جواب دیتا ہو وہ پاگل ہے۔ مزید فرمایا: ''**إذا أراد الله بعبد خيرا سدده، وجعل سؤاله عما يعنيه، وعلمه فيما ينفعه**'' جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے درست رکھتا ہے اور اسے کام کے سوالات اور نفع بخش علم کی توفیق دیتا ہے۔ مزید فرمایا: ''**إياكم والتنطع والتعمق، وعليكم بالعتيق**'' مبالغہ آرائی اور (بیجا) کرید سے بچو اور قدیم باتوں کو (یعنی قرآن وسنت اور آثار سلف کو) لازم پکڑلو۔

امام ابوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**العلم بالكلام هو الجهل، والجهل بالكلام هو العلم**''۔ علم کلام کا جاننا جہالت اور علم کلام کا نہ جاننا علم ہے۔

حضرت زید بن علی رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹے! بے فائدہ چیزوں کے ترک سے کام کی چیزیں طلب کرو کیونکہ تم بے فائدہ چیزوں کو ترک کردوگے تو تمہیں کام کی چیزیں ملیں گی اور یہ جان لو کہ تمہارے سامنے وہی آنے والا ہے جو تم نے آگے بھیج دیا ہے، اور وہ چیزیں تمہارے سامنے نہیں آئیں گی جنھیں

تم نے پیچھے چھوڑ دیا ہے تو ان چیزوں کو جن سے کل تمہیں سابقہ پڑے گا ان چیزوں پر ترجیح دو جنھیں تم کبھی دیکھنے والے نہیں ہو۔

حضرت یحییٰ بن معاذ لازی فرماتے ہیں: یقینا ہمارے رب تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو ظاہر کر دیا ہے اور کچھ چیزوں کو پوشیدہ رکھا ہے اور جو لوگ ولایت ایمان سے محظوظ کئے گئے ہیں انھوں نے تو ان چیزوں کو یاد کرلیا ہے جنھیں اس نے ظاہر فرمایا اور پوشیدہ چیزوں کو ترک کر دیا جبکہ دوسرے کچھ لوگ اس علم کے پیچھے پڑ گئے جسے اس نے پوشیدہ رکھا ہے تو وہ پردہ دری کا شکار ہو کر برباد ہوئے اور اللہ کے حکم کو چھوڑ دینے کی وجہ سے حدود ضلال میں داخل ہو کر کجرو ہو گئے۔

ہمیں حارث محاسبی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ''**سؤال العبد مالا یعینه خذلان من الله عزوجل له**''۔ بندے کا ایسی چیزوں کے متعلق سوال کرنا جو اس کے کام کی نہیں ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اھ

یہ بات ذہن نشین رہے کہ شبہات کا کاریگر اور فساد اور گھاٹے کے بازاروں میں اسے لوگوں کے ہاتھوں کھوٹی پونجی اور قلیل نفع کے عوض فروخت کرنے والا وہ **وسواس وخناس** ابلیس ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا پھرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**یأتی الشیطان أحدکم فیقول: من خلق کذاوکذا؟ حتی یقول له: من خلق ربک؟ فإذا بلغ ذلک فلیتعذ بالله ولینته**'' (أخرجہ البخاری: ۳۲۷۶ و مسلم ۱۳۴/ ۲۱۴) تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو اور اس کو کس نے پیدا کیا ہے یہاں تک کہ کہنے لگتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ لہٰذا جب یہاں تک پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ مانگے اور باز آجائے۔

پھر جب شیاطین الانس ان شبہات کو اپنے دماغ میں محفوظ کر لیتے ہیں تو انہیں پھیلانا اور آگے بڑھانا شروع کرتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لایزال الناس یتساءلون حتی یقال: هذا خلق الله الخلق، فمن خلق الله؟ فمن وجد من ذلک شیئافلیقل: آمنت بالله**''. (أخرجہ مسلم: ۱۳۴- ۲۱۲)

لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ یہ بات بھی آجائے گی کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب کسی کو ایسی صورت حال کا سامنا ہو تو آمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) کہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ اے ابوہریرہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ یہ بھی پوچھ لیں گے کہ یہ تو اللہ ہے پس کون ہے جس نے اللہ کو پیدا کیا ہے؟ بیان فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ میں مسجد میں موجود تھا کہ میرے پاس کچھ اعرابی لوگ آئے اور کہنے لگے، اے ابوہریرہ! یہ تو اللہ ہے، پس کون ہے جس نے اللہ کو پیدا کیا ہے؟ بیان کرتے ہیں کہ تب انھوں نے مٹھی بھر کنکریاں لیں اور انھیں اس سے پھینک مارا، اس کے بعد کہنے لگے کہ اٹھو اٹھو جاؤ یہاں سے، میرے خلیل ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ (أخرجہ مسلم: ۱۳۵)

❖ ❖ ❖

احکام ومسائل

ماہ شعبان اور سنن وبدعات

کفایت اللہ سنابلی: داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

● ماہ شعبان کی فضیلت:

اس مہینے کی فضیلت میں صرف اور صرف ایک ہی بات ثابت ہے وہ یہ کہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303) نے کہا:

أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ أَبُو الْغُصْنِ، شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ: »ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ«

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جتنا میں آپ کو شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اتنا کسی اور مہینے میں نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا: ”رجب و رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت برتتے ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں آدمی کے اعمال رب العالمین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، تو میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل پیش ہو تو میں روزہ سے رہوں“۔[سنن النسائی 4/201 واسنادہ حسن]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اعمال کی یہ پیشی سالانہ پیشی ہوتی ہے اس کے ساتھ ہر دن رات اور ہر ہفتہ بھی اعمال کی پیشی ہوتی ہے جیسا کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ، فَقَالَ: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ، يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النُّورُ-

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہوکر چار چیزوں پر مشتمل خطبہ دیا: بے شک اللہ تعالی سوتا نہیں ہے اور نہ سونا اس کے شایان شان ہے۔ وہ میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اوپر اٹھاتا ہے۔ رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال

رات سے پہلے اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔اس کا پردہ نور ہے۔[صحیح مسلم 1 / 161]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندوں کے اعمال ہر دن اور ہر رات بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں یہی بات صحیح بخاری کی حدیث میں ان الفاظ میں آئی ہے:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلاَةِ الفَجْرِ وَصَلاَةِ العَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ "

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا۔وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔[صحیح البخاری 1 / 115]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر رات نماز فجر کے بعد اور ہر دن نماز عصر کے بعد بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔اس سے ان دونوں نمازوں کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے اسی لئے احادیث میں ان دونوں نمازوں کی خصوصی تاکید وارد ہوئی ہے۔

ہر دن اور رات کے ساتھ ساتھ ہر ہفتہ بھی بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے:

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " تُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ، يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ، إِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: اتْرُكُوا، أَوِ ارْكُوا، هَذَيْنِ حَتَّى يَفِيئَا"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار پیش کئے جاتے ہیں، پیر کے دن اور جمعرات کے دن۔اور ہر ایمان رکھنے والے بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے اس بندے کے سوا جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عدوات اور بغض ہو۔تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو، یا موخر کردو یہاں تک کہ دونوں عداوت چھوڑ کر ایک دوسرے کی طرف واپس آجائیں۔[صحیح مسلم 3 / 1988]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر ہفتہ دو دن پیر اور جمعرات کو

بھی بندوں کے اعمال اللہ کی بارہ گاہ میں پیش کئے جاتے ہیں ۔اس مناسبت سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں دنوں میں بھی روزوں کا اہتمام کرتے تھے جیسا کہ حدیث ہے:

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی 279) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »تُعْرَضُ الأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ«.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اعمال سوموار (دوشنبہ) اور جمعرات کو اعمال (اللہ کے حضور) پیش کئے جاتے ہیں، میری خواہش ہے کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزے سے ہوں“۔[سنن الترمذی ت شاکر 3/113 واسنادہ حسن]

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر دن رات اور ہر ہفتہ اور ہر سال بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور جب بندہ وفات پا جاتا ہے تو پوری زندگی کے اعمال ایک ساتھ پیش ہوتے ہیں۔یعنی بندوں کے اعمال کی پیشی کی کل چار قسمیں ہیں:

1۔یومیہ پیشی

2۔ہفتہ واری پیشی

3۔سالانہ پیشی

4۔موت کے بعد زندگی بھر کے اعمال کی پیشی

امام ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی 751) نے کہا:

”فإن عمل العام يرفع في شعبان كما أخبر به الصادق المصدوق أنه شهر ترفع فيه الأعمال فأحب أن يرفع عملي وأنا صائم ويعرض عمل الأسبوع يوم الاثنين والخميس كما ثبت ذلك في صحيح مسلم وعمل اليوم يرفع في آخره قبل الليل وعمل الليل في آخره قبل النهار۔ فهذا الرفع في اليوم والليلة أخص من الرفع في العام وإذا انقضى الأجل رفع عمل العمر كله وطويت صحيفة العمل“۔

”سال بھر کے اعمال شعبان میں پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شعبان وہ مہینہ ہے جس میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ روزے کی حالت میں میرے اعمال پیش کئے جائیں۔ اور ہفتہ کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے۔اور دن کا عمل دن کے آخری حصہ میں رات سے قبل اور رات کا عمل رات کے آخری حصہ میں دن سے قبل پیش کیا جاتا ہے۔دن رات کی یہ پیشی خصوصی طور پر ہوتی ہے جبکہ سال میں ایک بار عمومی طور پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور جب بندے کو موت آتی ہے تو پوری زندگی کے اعمال پیش کردئے جاتے ہیں اور نامہ اعمال بند کردیا جاتا ہے“۔[حاشیہ ابن القیم علی سنن ابی داؤد: 12/313]

تنبیہ:

بعض لوگ یوم عرفہ کی فضیلت بتاتے ہوئے یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ عرفہ کے دن بھی بندوں کے اعمال اللہ کے یہاں پیش کئے جاتے ہیں لیکن یہ بات کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

الغرض یہ کہ جس ماہ میں اعمال کی سالانہ پیشی ہوتی ہے وہ شعبان کا مہینہ ہے اس لئے اس لحاظ سے یہ مہینہ فضیلت والا ہے۔اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مناسبت سے بکثرت روزے رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ اس ماہ کی کوئی اور فضیلت ثابت نہیں۔اس ماہ کی فضیلت میں جو دیگر روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب کی سب ضعیف یا موضوع و من گھڑت ہیں۔

● ماہ شعبان میں مسنون عمل:

ماہ شعبان میں خصوصی طور پر صرف اور صرف ایک ہی عمل کا ثبوت ملتا ہے اور وہ ہے بکثرت روزے رکھنا جیسا کہ ماہ شعبان کی فضیلت سے متعلق پیش کردہ مذکورہ حدیث میں اس کا ذکر ہے اس کے علاوہ اس سلسلے میں اور بھی کئی احادیث ہیں مثلا:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لاَ يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لاَ يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔[صحیح البخاری 3/38]

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی 275) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ: " كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ: شَعْبَانُ، ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ "

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ روزے رکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کا مہینہ سب سے زیادہ پسند تھا پھر آپ اسے (گویا) رمضان ہی سے ملا دیتے تھے۔[سنن أبی داود 2/323 واسنادہ صحیح]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ شعبان میں بکثرت نفلی روزے رکھنا ثابت ہے۔لیکن اس ماہ میں نفلی روزہ رکھتے ہوئے درج ذیل تین چیزوں کا لحاظ ضروری ہے۔

(الف) ماہ شعبان کا مکمل روزہ رکھنا درست نہیں:

رمضان المبارک کے علاوہ کسی بھی ماہ کے مکمل روزے رکھنا درست نہیں اس لئے شعبان میں بھی پورے ماہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ماقبل میں مذکور اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پوری صراحت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ماہ کا مکمل روزہ نہیں رکھا نیز:

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا كُلَّهُ؟ قَالَتْ: »مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ، وَلَا أَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتَّى يَصُومَ مِنْهُ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا؟ کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ماہ کا روزہ رکھتے تھے؟ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: مجھے نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کا مکمل روزہ رکھا۔ اور نہ ہی کسی ماہ کو بغیر بعض دنوں کا روزہ رکھئے ہوئے گذارا یہاں تک آپ اپنی راہ (آخرت) کے لئے روانہ ہوگئے۔[صحیح مسلم 3/810 رقم 1156]

صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت کے بارے میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ، وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ، وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو، یا رات بھر صبح تک عبادت کی ہو، یا پورے مہینے روزے رکھے ہوں، سوائے رمضان کے۔[صحیح مسلم 2/513 رقم 746]

رہی یہ روایت:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ"

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے رہتے۔[صحیح البخاری 3/38 رقم 1970]

اس حدیث میں ''کلہ'' سے مراد ''اکثرہ'' ہے جیسا کہ ماقبل والی روایت میں خود اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی صراحت موجود ہے۔ اور عربی زبان میں اکثر کے لئے کل کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔

(ب) شعبان کے نصف ثانی کو روزوں کے لئے خاص کرنا درست نہیں:

اگر کوئی شخص شعبان کے اکثر دنوں کا روزہ رکھنا چاہے تو شعبان کے نصف اول کے روزوں کے بعد شعبان کے نصف ثانی کا روزہ بھی رکھ سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص شعبان کے اکثر دنوں کا روزہ نہیں رکھنا چاہتا بلکہ بعض دنوں ہی کا روزہ رکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ان روزوں کی شروعات ماہ شعبان کے نصف اول ہی سے کردے کیونکہ حدیث میں شعبان کے نصف ثانی کو روزوں کے لئے خاص کرنے کی ممانعت وارد ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی 279) نے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ العَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا«

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب آدھا شعبان رہ جائے تو روزہ نہ رکھو" [سنن الترمذی ت شاکر 3 / 106 رقم 738 واسنادہ صحیح علی شرط مسلم لاغبار علیہ]

یہ حدیث صحیح وثابت ہے بلکہ صحیح مسلم کی شرط پر ہے لہٰذا اس کی سند پر اعتراض والی بات بہت ہی کمزور ہے۔ اس حدیث پر اعتراض کرنے والوں کے سامنے بنیادی اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس سے نصف شعبان کے بعد بھی روزوں کا جواز ثابت ہوتا ہے پھر اس اشکال کو سامنے رکھنے کے بعد بعض اہل علم نے حدیث کی سند میں علت ٹٹولنے کی کوشش کی اور سند کے ایک ثقہ راوی ''علاء بن عبدالرحمن'' پر خواہ مخواہ تفرد کا الزام لگا کر اس کی اس روایت کو منکر قرار دے دیا۔

حالانکہ تفرد فی نفسہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ اور جب تک اصول حدیث کی رو سے دیگر قرائن تفرد کے رد کے حق میں نہ ہوں تب تک کسی بھی ثقہ راوی کے تفرد کو بنیاد بنا کر کسی روایت کو ضعیف ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

یہاں جس اشکال کو بنیاد بنا کر تفرد کو عیب قرار دیا جارہا ہے وہ دیگر صحیح حدیث سے اس حدیث کا ظاہری تعارض ہے ۔لیکن چونکہ یہاں جمع وتطبیق ممکن ہے اس لئے تعارض کو بنیاد بنانا درست نہیں ہے۔

تطبیق کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جن روایات میں نصف شعبان کے بعد روزوں کی اجازت مروی ہے ان میں اجازت ان لوگوں کے لئے مانی جائے جو شعبان کے نصف اول ہی سے اپنے روزے شروع کردئے ہوں یا نصف شعبان کے بعد کے دنوں میں روزہ رکھنا ان کا معمول رہا ہے۔

لیکن جو لوگ شعبان کے نصف اول میں روزہ نہیں رکھتے یا نصف شعبان کے بعد کے دنوں میں روزہ رکھنے کے عادی نہ ہوں ان کے لئے ترمذی کی روایت کی روشنی میں یہ درست نہ ہوگا کہ وہ شعبان کے نصف اول کو چھوڑ کر صرف نصف ثانی کو روزوں کے لئے خاص کریں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی 751) نے کہا:

وأما ظن معارضته بالأحاديث الدالة على صيام شعبان فلا معارضة بينهما وإن تلك الأحاديث تدل على صوم نصفه مع ما قبله وعلى الصوم المعتاد في النصف الثاني وحديث العلاء يدل على المنع من تعمد الصوم بعد النصف لا لعادة ولا مضافا إلى ماقبله۔

اور یہ سمجھنا کہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہے جن میں شعبان کے روزوں کا ثبوت ہے تو ان دونوں طرح کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے ۔ بلکہ جواز والی احادیث شعبان کے نصف اول کے ساتھ ساتھ نصف ثانی کے روزوں یا نصف ثانی کے عادت والے روزوں کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔اور (سنن ترمذی والی) علاء کی حدیث میں شعبان کے نصف ثانی میں روزہ رکھنے کے ممانعت اس شخص کے لئے ہے جو بغیر عادت ومعمول کے یا شعبان کے نصف اول میں روزہ رکھے بغیر ہی شعبان کے نصف ثانی میں روزہ رکھنا شروع کرے [حاشیہ ابن القیم علی سنن ابی داؤد: 6 / 331]

استثنائی صورت:

اگر کسی شخص کی یہ عادت رہی ہو کہ وہ ماہ کے نصف ثانی میں کچھ نفل روزے رکھتا ہے تو ایسا شخص شعبان کے نصف اول کا روزہ رکھے بغیر بھی شعبان کے نصف ثانی میں اپنے معمول کے مطابق نفلی روزے رکھ سکتا ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں آنے والی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے۔

(ج) رمضان کے استقبال میں شعبان کے آخری ایک یا دودنوں میں روزہ رکھنا درست نہیں:

جو شخص شعبان کے نصف اول کا روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ شعبان کے نصف ثانی کا روزہ رکھنا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز ہے لیکن ایسے شخص کو رمضان سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنا بند کردینا چاہئے کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »لاَ يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ اليَوْمَ«

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔[صحیح البخاری 3/28 رقم 1914]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان سے ایک یا دو دن قبل یعنی شعبان کی آخری ایک یا دو دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

استثنائی صورت:

البتہ اگر کسی شخص کی یہ عادت رہی ہے کہ اس کے نفلی روزے ہر ماہ کی آخری تاریخوں میں پڑتے ہوں تو ایسا شخص شعبان کی آخری تاریخوں میں یعنی رمضان سے اک یا دو دن قبل بھی روزہ رکھ سکتا ہے جیسا کہ ماقبل کی حدیث میں اس کی رخصت موجود ہے۔

درج ذیل حدیث میں بھی اسی چیز کا بیان ہے:

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ - وَلَمْ أَفْهَمْ مُطَرِّفًا مِنْ هَدَّابٍ - عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ - أَوْ لِآخَرَ -: »أَصُمْتَ مِنْ سُرَرِ شَعْبَانَ؟« قَالَ: لَا، قَالَ: »فَإِذَا أَفْطَرْتَ، فَصُمْ يَوْمَيْنِ«

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم نے شعبان کے آخری دنوں کا روزہ رکھا؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان گذر جائے تو دو روزے رکھ لینا[صحیح مسلم 3/820 رقم 1161]

اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمران بن حصین

رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ وہ مہینہ کے آخری دنوں میں بھی روزہ رکھتے تھےلیکن شعبان میں انہوں نے روزہ نہیں رکھا کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ سے منع فرمایا تھا۔تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی کیونکہ ان دنوں روزہ رکھنا ان کا معمول تھا۔

● ماہ شعبان کی بدعات وخرافات

(الف) ماہ شعبان سے متعلق بدعات وخرافات:

فضائل:

ماہ شعبان کی فضیلت میں صرف وہی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن کا ماقبل میں تذکرہ ہوا اس کے علاوہ اس ماہ کی خصوصی فضیلت میں جتنی احادیث بھی ملتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں

اعمال:

ماہ شعبان میں نفلی روزوں کا علاوہ کوئی بھی مخصوص عمل ثابت نہیں ہے۔بعض حضرات ماہ شعبان میں ایصال ثواب اور قرآنی خوانی کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں یہ عمل بدعت ہے ماہ شعبان کیا کسی بھی ماہ میں ان اعمال کا ثبوت نہیں۔

(ب) پندرہویں شعبان کی رات سے متعلق بدعات وخرافات:

فضائل:

شعبان کی پندرہوں تاریخ کے فضائل سے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں ہے اس ضمن میں جو باتیں بھی بیان کی جاتی ہیں سب کی سب بے بنیاد ہیں، مثلا:

شب برات:

بعض حضرات شعبان کی پندرہویں شب کی یہ فضیلت بتلاتے ہیں کہ اس رات لوگوں اللہ کے عذاب سے یا گناہوں سے برات ملتی ہے اسی لئے وہ اس رات کو ''شب برات'' کہتے ہیں۔ان باتوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

''شب برات''اور''اللیلہ المبارکۃ'':

بعض حضرات شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ آیت پیش کرتے ہیں:

{إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ}

ہم نے اسے (قران کو) بابرکت رات میں نازل کیا [الدخان:3]

یہ آیت پیش کر کے بعض حضرات کہتے ہیں اس سے شب برات مراد ہے ۔جبکہ یہ سراسر غلط ہے یہاں میں ''لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ'' سے مراد شب قدر ہے اس کی تفسیر خود قران نے ہی کردی ہے،سورۃ القدر میں ہے:

{إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ}

ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا[القدر:1]

اور''لَيْلَةِ الْقَدْرِ''رمضان میں ہوتی ہے نہ کی شعبان میں اس کی وضاحت بھی خود قران میں ہے اللہ کا ارشاد ہے:

{شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ}

رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔[البقرۃ:185]۔

اس قرآنی تفسیر سے روگردانی کرنے کی خاطر بعض حضرات نے یہ شوشہ چھوڑا کہ قرآن دو بار نازل کیا گیا ایک بار شب قدر میں اور ایک بار شب برات میں ۔اس کی دلیل یہ حضرات یہ

دیتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے "لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ" کی تفسیر پندرہویں شعبان کی شب یعنی شب برات سے کی ہے۔

عرض ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر ثابت ہی نہیں کیونکہ اس کی سند میں "نضر بن اسماعیل بجلی" ہے دیکھئے: [ترتیب الأمالی الخمیسیۃ للشجری 2/139]۔

اور یہ سخت ضعیف راوی ہے۔

امام ابن معین فرماتے ہیں:

ليس بشيء، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے [تاریخ ابن معین -روایۃ الدوری 3/274]۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّن فحش خَطؤُهُ وَكثر وهمه اسْتحق التّرْك من أَجله، اس سے فحش غلطیاں ہوئیں اور بکثرت اوہام ہوئے جس کے سبب یہ متروک قرار پایا [المجروحین لابن حبان 3/51]۔

اس کے برخلاف صحیح سند سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

{إنا أنزلناه في ليلة مباركة} يعني ليلة القدر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل کیا یعنی شب قدر میں [شعب الإیمان 3/321، فضائل الأوقات للبیہقی ص: 215 واخرجہ ایضا الحاکم فی المستدرک علی الصحیحین: 2/487 واسنادہ صحیح]۔

نزول باری تعالی کی روایات:

بعض روایت میں آتا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات اللہ تعالی کا نزول ہوتا ہے اور بہت سارے بندوں کی مغفرت ہوتی۔ اس طرح کی تمام روایات ضعیف ومردود ہیں ان میں سے کوئی ایک روایت بھی ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ روایات سخت ضعیف یا منکر ہیں اس لئے یہ آپس میں مل کر حسن لغیرہ بھی نہیں بن سکتیں۔

اعمال:

پندرہ شعبان کی رات یا اس تاریخ میں جو بھی اعمال کئے جاتے ہیں وہ سب غیر ثابت، بے بنیاد اور بے اصل ہیں مثلا:

(۱) صلاۃ الفیہ:

شعبان کی نصف کی رات کو بعض لوگ صلاۃ البراۃ یا صلاۃ الالفیۃ ادا کرتے ہیں جس میں سو رکعات میں سے ہر رکعت میں ۱۰ بار "قل ھو اللہ" (سورۂ اخلاص) پڑھی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے۔

اس بدعتی نماز کے بارہ میں امام ابن الجوزی الموضوعات میں متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں اس روایت کے رواۃ مجہول ہیں کچھ تو بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ اس روایت کا حدیث رسول ہونا ناممکن ہے۔ (الموضوعات ۲/۱۲۷-۱۳۰)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس حدیث میں رات کی عبادت کا اہتمام کرنے والوں کے لیے جو ثواب بیان ہوا ہے۔ ارباب بصیرت کے نزدیک اس روایت کے موضوع ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس حدیث کے تمام رواۃ مجہول ہیں۔ (الفوائد المجموعۃ ص: ۵۱-۵۲)

(۲) قرات یسین:

بعض لوگ پندرہ شعبان کی رات سورہ یسن کی تلاوت کرتے ہیں اس کا ثبوت بھی کسی روایت میں نہیں۔

(۳) قبروں کی زیارت:

بعض لوگ اس رات قبرستان کی زیارت کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں بلکہ بعض زیارت کے نام پر قبرستان میں بہت ساری خرافات کرتے ہیں ان تمام باتوں کا کسی بھی صحیح حدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔

(۴) روحوں کی آمد کا عقیدہ:

عوام الناس میں یہ سوچ بھی سرایت کر چکی ہے کہ اس رات مردوں کی روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس نظریہ کی تردید اپنے اس فرمان میں بخوبی کی ہے کہ {وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ} (100) سورۃ المؤمنون

اور ان (مرنے والوں) کے درمیان دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ایک آڑ حائل ہوگی۔ (المؤمنون:100)

(۵) آتش بازی:

اس رات کی مروجہ خرافات میں سے معروف ترین خرافات اس شب آتش بازی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات نے خوشی کے مواقع پر کیا طرز عمل ہونا چاہیے پوری شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو فضول اور سطحی قسم کی حرکات سے باز رکھتا ہے۔ آتش بازی سے مال کا ضیاع لازم آتا ہے شریعت نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس رات کے موقع پر مساجد میں خصوصی چراغاں کرنا اور اس کو خوشبودار بنانا دراصل برامکہ کی گھناؤنی سازش کا نتیجہ ہے جیسا کہ شیخ ابن العربی اپنی کتاب المنکرات ص 76 میں تحریر فرماتے ہیں ''مسجدوں میں خوشبو کی دھونی رکھنے کا سب سے پہلے رواج یحی بن خالد برمکی نے ڈالا، یحی بن خالد برمکی خلیفہ وقت کا وزیر اور درباری تھا اس کا مقصد مجوسیت کا احیاء تھا۔

آتش بازی وغیرہ میں ہندوؤں کی دیوالی اور عیسائیوں کے کرسمس ڈے سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ دین اسلام نے ہمیں کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

(۶) حلوہ خوری:

اس رات میں حلوہ خوری کی رسم بدقرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ طرز عمل دنیا پرست علماء نے رائج کیا تاکہ وہ اپنے شکم کو مال حرام سے بھر سکیں، حلوہ خور علماء اپنے اس فعل کو سند جواز فراہم کرنے کے لیے واقعہ احد کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اس میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے تھے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلوہ تناول فرمایا تھا مگر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ دندان مبارک کی شہادت کا واقعہ ماہ شوال 3 ہجری میں واقع ہوا اس کا ماہ شعبان یا شعبان کی پندرہویں تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بفرض محال اگر اس مفروضہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو کامل اتباع کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے اپنے دانت توڑے جائیں پھر حلوہ خوری کا ''شوق'' پورا کیا جائے۔ حاصل یہ کہ اس رات میں حلوہ خوری عبادت نہیں بلکہ بدعت ہے جس سے کلی گریز ضروری ہے۔

ماہ شعبان اور شعبان کی پندرہ تاریخ سے متعلق یہ چند بدعات وخرافات ہمارے یہاں رائج ہیں اللہ ہم سب کو ان سے محفوظ رکھے آمین۔

◆◆◆

خصوصی مضمون

۲

خطبۂ حجۃ الوداع

• ابوزید ضمیر

4. مصدرِ علم، قرآن کریم سے تعلق

بیوی شوہر کے باہمی حقوق وحسن سلوک کی تلقین کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے لیے ماخذ علم اور مصدر تلقی کی اہمیت جتاتے ہوئے اصل العلوم قرآن کریم کو تھامے رہنے کی تلقین کی۔

آپ نے فرمایا:

وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللهِ۔

اور میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔(وہ چیز) اللہ کی کتاب (ہے)۔

قرآن کریم امت مسلمہ کے لیے ہدایت کی ضمانت ہے بشرطیکہ مسلمان زندگی کے تمام امور میں قرآن سے رہنمائی لیں اور اس کی پیروی کریں۔قرآن کریم خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ربانی رہنمائی تھی۔یہی وہ کتاب ہے جو حق وباطل میں فرق کرنے کے لیے فرقان ہے، دلوں کے امراض کے لیے شفاء ہے،فتنوں کی اندھیریوں میں رہبری کے لیے نور وہدایت ہے۔ بلکہ یہ وہ کتاب ہے جو بندہ کو براہ راست اللہ رب العالمین سے جوڑتی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَبْشِرُوا فَإِن هَذَا الْقُرآنَ طَرَفُهُ بِيَدِ الله وطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ، فَتَمَسَّكُوا بِهِ فإِنَّكُمْ لَنْ تَهْلَكُوا ولَنْ تَضِلُّوا بعدَهُ أبداً۔

خوش ہوجاؤ، کیونکہ اس قرآن کا ایک سِرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں بھی۔ پس تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو، کیونکہ اس کے بعد تمھارے لیے نہ ہلاکت ہے نہ گمراہی۔

(طب) عَن جُبَيْرٍ بن مطعم. [صحيح الجامع 34] (صحيح)

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی رہبری سے صحیح طور پر استفادہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ سنتِ رسول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کی حیثیت متن کی ہے اور سنت اس کی تشریح اور عملی تطبیق ہے۔اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قرآن کے تھامنے کا حکم دیا ہے وہیں متعدد احادیث میں سنت کے اہتمام کی بھی تاکید کی ہے۔

آپ نے فرمایا:

إِنّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي۔

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جنکے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

(حاكم) عن أبي هريرة [صحيح الجامع 2937] (صحيح).

مزید یہ کہ اسی خطبہ میں قرآن کے تھامنے کے حکم کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی حیثیت اور ذمہ داری کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اقرار بھی خود سنت کی اہمیت کی طرف ایک واضح اشارہ ہے۔

5. اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اعتقاد کی تجدید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا:

وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟

قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ

اور تم سے میرے متعلق پوچھ ہوگی، تو تم کیا جواب دو گے؟

سب نے کہا: ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا، اور (اس کی طرف سے آئی ہوئی) امانت ادا کر دی، اور (لوگوں کے ساتھ) خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔

غور طلب چیز یہاں یہ ہے کہ رسالت کی ذمہ داری کی ادائیگی کے معاملہ میں آپ نے سوال و جواب کا طرز اپنایا۔ یہ خود مدعو کو دعوت کی حسنِ ادائیگی کا گواہ بنانا تھا۔

صحابہ کا جواب بھی تین باتوں پر مشتمل تھا۔ ایک یہ کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ دوسرے یہ کہ اس پیغام کے پہنچانے میں امانتداری برتی یعنی جوں کا توں پہنچایا، اور تیسرے یہ کہ آپ نے اس ذمہ داری کی ادائیگی میں مخلوق کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے یوں نہیں کیا کہ میرا کام محض پانا دینا ہے، کوئی نہ مانے تو یہ اس کا مسئلہ ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں، بلکہ آپ دوسروں کی ہدایت میں اس قدر فکر مند اور غمگین ہوتے تھے کہ گویا ان کے نہ ماننے میں خود آپ ہی کا کوئی نقصان ہو۔ یہ خیر خواہی کی انتہا ہے کہ آدمی دشمنوں کی ہلاکت پر بھی غمگین ہو اور ان کے بچانے کی کوشش میں اپنے راحت وسکون کو تج دے۔ آپ کی اس کیفیت کا حال خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں بیان کیا ہے۔

{فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا} (الکھف:6])

(اے نبی) شاید کہ آپ اپنے آپ کو (محض اس لیے) ہلاک کر دیں کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔[الشعراء:3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک پیغام پہنچانے والے نہیں تھے جسے مدعو کے انجام سے کوئی مطلب نہ ہو بلکہ آپ لوگوں کی ہدایت ونجات وفلاح کے ان سے بھی زیادہ حریص تھے۔ اور یہ بات آپ کی شخصیت میں اتنی نمایاں تھی کہ صحابہ نے یک زبان اس بات کا اقرار کیا کہ آپ نے نہ صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ادا کی بلکہ بندوں سے خیر خواہی کا بھی حق ادا کر دیا۔

صحابہ سے اپنے بارے میں گواہی لینے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو ان پر گواہ بنایا۔

فَقَالَ: بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ،

يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ

اللهُمَّ اشْهَدْ، اللهُمَّ اشْهَدْ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ -

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ (شہادت کی انگلی) آسمان کی طرف اٹھائی اور اسے لوگوں کی طرف جھکا دیا اور تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

[صحیح مسلم: کتاب الحج 147-(1218)]

آپ کے ایسا کرنے میں کئی چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اپنی دعوتی ذمہ داری کے معاملہ میں انتہائی سنجیدہ اور حساس تھے۔ دوسرے یہ کہ آپ اللہ کے ہاں جوابدہ تھے، جس

سے یہ بات بطریق اولی معلوم ہوتی ہے کہ ہر بندہ کو اپنی ذمہ داری کے سلسلہ میں اللہ کے ہاں جوابدہی کی فکر ہونی چاہیے، کوئی آزاد نہیں۔

آپ کے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے اللہ کو گواہ بنانے میں اس بات کی تعلیم ہے کہ اللہ کے لیے اوپر کی جہت ہے، اور اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ یہاں جو بات آپ نے اپنے عمل سے اشارۃً بتائی وہی بات دوسری طرف اپنے قول سے صراحتاً بھی بیان کردی ہے۔

آپ نے فرمایا:

أَلَا تَامَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَاتِيِنِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً.

کیا تم مجھے امین نہیں مانتے؟ جبکہ میں اُس (اللہ) کے نزدیک امین ہوں جو آسمان پر ہے۔ میرے پاس آسمانی خبر صبح شام آتی رہتی ہے۔ [بخاري: المغازي 4351 - مسلم: الزكاة 1763] عن أبي سعيد.

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے فرمایا:

لَقَدْ حَكَمَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللهِ الَّذِي حَكَمَ بِهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ.

معاذ نے ان (یہود) کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کیا ہے، وہ فیصلہ جو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے۔

(عد، شرح المعاني الآثار، حاكم، عبد بن حميد في المنتخب من المسند والبزار) عَنْ سَعْدِ بن أبي وقاص [الصحيحة 2745] (صحيح)

اس باب میں دو باتیں مزید ملتی ہیں جو اس خطبہ کے اجزاء ونصائح میں موجود تھی ا۔ایک باہمی اختلاف اور جنگ وجدل سے اجتناب اور دوسرے نبی کریم ﷺ کی باتوں کو لوگوں تک پہنچانا، سمجھنا اور محفوظ رکھنا۔

6. باہمی جنگ وجدل سے پرہیز اور تبلیغ دین

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **(عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: »أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟«، قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: »أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟« قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: »أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟«، قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ »أَلَيْسَ ذُو الحَجَّةِ؟«، قُلْنَا: بَلَى، قَالَ »أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟« قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ »أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الحَرَامِ؟« قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: »فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟«، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: »اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ«** [بخاري: الحج 1741 - مسلم: القسامة والمحاربين والقصاص والديات 29 - (1679)]) اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یوم النحر کے دن خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی

بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھنے والے ہیں۔ پھر آپ نے کہا: کیا یہ یوم النحر نہیں؟ ہم نے کہا: یقیناً۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ شاید آپ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھنے والے ہیں۔ پھر آپ نے کہا: کیا یہ ذو الحجہ نہیں؟ ہم نے کہا: بیشک۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ شاید آپ اس شہر کا کوئی اور نام رکھنے والے ہیں۔ پھر آپ نے کہا: کیا یہ بلدِ حرام (یعنی مکہ) نہیں؟ ہم نے کہا: بلا شبہ۔ آپ نے فرمایا: پس تمہارے خون اور تمہارے مال کی حرمت تم پر ویسے ہی ہے جیسے اس دن کی حرمت اس شہر میں، اس مہینہ میں ہے، یہ (حرمت) اس دن تک کے لیے ہے جس دن تم اپنے رب سے ملنے والے ہو (یعنی قیامت کے دن تک کے لئے ہے)۔ خبردار، کیا میں نے پہنچا دیا؟ سب نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اب جو یہاں حاضر ہے وہ ان تک (میری بات) پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں، کیونکہ بہت سے لوگ جن تک پیغام پہنچایا جاتا ہے وہ (براہ راست) سننے والے سے بھی زیادہ اس بات کے سمجھنے والے اور محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ خبردار، میرے بعد کفار (کی طرح) نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

[بخاري: الحج 1741 - مسلم: القسامة والمحاربين والقصاص والديات 29-(1679)]

7. امیر کی سمع وطاعت

(عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ، جَدَّتِهِ قَالَتْ [م: الحج 312-(1298)]

عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدَّتِي، تُحَدِّثُ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يَقُولُ: وَلَوِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا. [م: الإمارة 37-(1838)]) یحیی بن حصین اپنی دادی ام الحصین سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے سنا آپ فرما رہے تھے: اگر تم پر کسی غلام کو بھی امیر بنا دیا جائے جو اللہ کی کتاب سے تمہاری قیادت کرے تو ضرور اس کی بات سنو اور مانو۔ [مسلم: الامارۃ 37 - (1838)]

ان روایات کے علاوہ بھی روایات کتب حدیث میں آئی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر انھیں روایات پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان خطبہ میں امت کو بطور الوداعی پیغام کے بتائی ہیں۔ اس خطبہ کے تمام اجزاء امت کی علمی وعملی تربیت، اور فرد اور سماج کے جان ومال کے تحفظ اور عقیدۂ توحید ورسالت کے صحیح موقف پر مبنی ہیں۔ اللہ رب العالمین نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں آپ کی تعلیمات سے کما حقہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

تاریخ

برصغیر میں جماعت اہل حدیث کے نقوش تاباں

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

صحابہ کرام، تابعین عظام اور انھیں کے نقش قدم پر گامزن علماء اسلاف رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کاوشوں محنتوں اور قربانیوں سے دین اسلام پوری دنیا میں پھیلا، برصغیر ہندو پاک کا ہمارا یہ خطہ أرضی بھی انھیں کی دعوت وتبلیغ اور قربانیوں کے نتیجہ میں اسلام اور اس کی روشن تعلیمات سے فیض یاب ہوا یہاں کم وبیش ۲۵ رصحابہ کرام ۴۱ رتابعین عظام اور ۱۸ رتبع تابعین کے مبارک قدم پڑے جنکی وجہ سے سرزمین ہند اللہ کے دین سے آشنا ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ یہاں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی اور آج اللہ کے فضل وتوفیق سے کروڑوں کی تعداد صرف ہندوستان میں رہتی اور بستی ہے، صحابہ کرام اور ان کے شاگردان عظام کی دعوت کتاب وسنت کے صاف شفاف منہج اور عقیدۂ توحید واتباع سنت کے سنہرے طریقہ کار پر جاری وساری تھی، یہ گروہ مقدس اور حامیان شریعت جہاں جہاں گئے وہاں کتاب وسنت کی شمع فروزاں ہوئی اور دین حق اور کلمۂ توحید کی بالا دستی قائم ہوئی، برصغیر ہندو پاک میں اہل حدیث اور اس تحریک سے وابستہ علماء وعوام الناس اسی منہج وعقیدہ کے حامل ہیں جسے صحابہ کرام اور تابعین عظام لیکر یہاں قدم رنجہ ہوئے تھے۔ اور الحمدللہ یہ قافلۂ توحید وسنت اور گروہ حق وصداقت اسی منہج اور راستے پر آج بھی گامزن اور قائم ہے۔

برصغیر میں کتاب وسنت کی حمایت اور خالص عقیدۂ توحید کی نشر واشاعت اور ملکی پیمانہ پر سماج ومعاشرہ کی تعمیر واصلاح میں اہل حدیثوں کی قربانیاں اور انکی ہمہ جہت خدمات اور کاوشیں اظہر من الشّمس ہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے شاگردوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ، تحریک شہیدین کے روح رواں شاہ اسماعیل شہید دہلوی، علامہ فاخر زائر الہٰ آبادی، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے علماء اہل حدیث اور ان کے شاگردوں کا منظم قافلہ اور ان تمام کی محنتوں کا ثمرہ اور نتیجہ آج بھی جاری وساری ہے اور ہم سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس لئے برملا یہ کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں برصغیر کے ہر خطے میں اہل حدیث ہمیشہ سے دین اسلام اور گلستان توحید وسنت کی آبیاری کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ صرف ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور اس ملک پر استعمار کی سازشوں اور رفتہ رفتہ پورے ملک پر ان کے قبضے اور ان کی ظالمانہ اور متعصّبانہ کارروائیوں کی داستان اور پھر اس سلسلے میں جہاد حریت اور تحریک آزادی کی تاریخ کا مطالعہ کرلیا جائے تو یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ کم وبیش چار صدیوں سے اہل حدیث لاکھوں کی تعداد میں ملک کے گوشے گوشے میں موجود رہے ہیں بلکہ انھوں نے جہاد حریت، استخلاص وطن اور انگریزوں سے ملک کو

آزادی دلانے میں جو قائدانہ رول ادا کیا ہے، اور پورے ملک میں جہاد آزادی کی روح بیدار کی ہے اور جان مال کی قربانیاں پیش کر کے ملک ووطن سے وفاداری کا ایسا ثبوت پیش کیا ہے جس کا انکار تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر تارا چند نے تحریک آزادی کی تاریخ رقم کرتے ہوئے بڑی منصفانہ بات لکھی ہے کہ کم وبیش پانچ لاکھ اہل حدیثوں نے جہاد آزادی میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ہیں۔ صادقان صادق پور، پٹنہ اور عظیم آباد کے ان جیالوں کو کون نہیں جانتا جنھوں نے کم وبیش ایک صدی تک شہیدین کی شہادت کے بعد تحریک آزادی کی قیادت کی ہے۔ دراصل یہ سب کے سب اہل حدیث تھے عظمت حرمین شریفین اور حج تربیتی کانفرنس کے اس موقع پر ہمیں جماعت اہل حدیث کی قربانیوں کو یاد رکھنا چاہئے اور جماعت کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے، برصغیر ہندو پاک کے اہل حدیث علماء نے تو صرف ملک ہی نہیں بلکہ حرمین شریفین کی خدمت، حجاج کرام کے لئے پانی پلانے کا انتظام اور مکہ مدینہ میں دینی درسگاہوں کے قیام میں سعودی حکومت کی اس وقت مدد کی تھی جب وہاں پٹرول کی دولت کا پتہ نہیں تھا۔ اللہ حق کے ان پرستاروں اور توحید کے متوالوں کو اس کا بھرپور بدلہ اور صلہ عطا فرمائے، اور توحید وسنت کے اس قافلے کو دین کی خدمت اور منہج صحابہ کی نشرواشاعت اور خالص توحید کی تبلیغ ودعوت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں انصاف کے ساتھ تاریخ اہل حدیث کو پڑھنے اور اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد آلہ وصحبہ وسلم.

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۴۴ کا) پہنچ سکتا ہے، اور اللہ کی توفیق ارزانی سے اس میں برکتیں نظر آسکتی ہیں، چنانچہ اسی نیک مقصد کے پیش نظر صوبائی جمعیت میں پچھلے سالوں سے الکٹرانک میڈیا کے نظم کی کوششیں کی جارہی تھیں، اور اب الحمدللہ ایک سال سے اس کا باقاعدہ نظم کردیا گیا ہے، چنانچہ جمعیت کی باضابطہ ویب سائٹ بنائی جاچکی ہے، اور اسی طرح دیگر سماجی رابطے کی سائٹوں پر اکاؤنٹ وغیرہ بنائے جاچکے ہیں اور مستقل آپریٹر کی مدد سے جماعت کی نشاطات کو ان پر نشر کیا جارہا ہے، احباب جماعت سے گزارش ہے کہ جماعت کی نشاطات کے معلومات کے لئے ان سے رجوع کریں، ساتھ ہی یہ بشارت بھی ہے کہ ان شاء اللہ بہت جلد جمعیت کی ویب سائٹ، اسی طرح ممبئی کی مساجد کے محل وقوع، نیز جمعیت کی مطبوعات اور کتابوں کے ایپلیکیشنز (Applications) بھی دستیاب ہوں گے، ان پر کام جاری ہے، وباللہ التوفیق۔

جمعیت کی ویب سائٹ:

www.ahlehadeesmumbai.org

فیس بک اکاؤنٹ:

subaijamiatahlehadeesmum

ٹویٹر اکاؤنٹ:

twitter.com/@JamiatSubai

یوٹیوب چینل:

SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

ایس ایم ایس الرٹ چینل:

Jamiat

جمعیت کا عمومی ای میل آئی ڈی:

ahlehadeesmumbai@gmail.com

مجلہ ''الجماعۃ'' کا ای میل آئی ڈی:

aljmaahmonthly@gmail.com

واٹس ایپ نمبر:

(ان شاء اللہ عنقریب)

احکام ومسائل

[۷]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۱۲- تزکیۂ نفس اور حسن اخلاق:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا○إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا○وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا○إِلَّا الْمُصَلِّينَ○ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ○وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ○لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ○ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ○وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ○إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ○وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ○إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ○فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ○وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ○وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ○وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ○أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ}[المعارج:۱۹-۳۵]۔

بے شاک انسان بڑے کچے دل والا بنایا گیا ہے۔ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو ہڑ بڑا اٹھتا ہے۔ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ نمازی۔ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے۔ مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے جن کے وہ مالک ہیں، اس بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ اب جو کوئی اس کے علاوہ ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہوں گے۔ اور جو اپنی امانتوں کا اور اپنے قول و قرار کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔ اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں باعزت ہوں گے۔

نیز ارشاد باری ہے:

{وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا○وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا○وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا○إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا○وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا○وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا○يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا۝اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۝وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۝وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۝وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۝خٰلِدِيْنَ فِيْهَاؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۝قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾[الفرقان: ۶۳-۷۷]۔

رحمن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں۔ اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقہ سے خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، نہ ہو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جو کوئی یہ کام کرے اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔ اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔ او یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند وبالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا۔ اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔ کہہ دیجئے! اگر تمہاری دعا التجا (پکارنا) نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پروا نہ کرتا، تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹنے والی ہے۔

یہ سارے اعمال اہل استقامت کے اوصاف ہیں جو اللہ کے اوامر کے پابند اور اس کے نواہی کے تارک ہیں، یہ شہادت اللہ عزوجل کی جانب سے ہے کہ یہ لوگ لوگوں میں سب سے افضل اور معاشرہ کا نچوڑ ہیں۔

اور اہل استقامت اپنے استقامت کے مطابق لوگوں میں سب سے عمدہ اخلاق اور سب سے افضل معاملات کے خوگر ہیں، وہ دیگر لوگوں کی طرح بداخلاقیوں سے محفوظ ہیں۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اہل استقامت آسانی و پریشانی ہر

دو حال میں اعتدال پسند ہوتے ہیں، نہ ان میں نعمت سے سرکشی آتی ہے، اور نہ مصیبتیں انہیں اللہ کے ذکر سے غافل کرتی ہیں، نہ ان میں فقر و محتاجگی اثر انداز ہوتی ہے نہ وہ عہدوں اور مناصب سے بہکتے ہیں، خوشی و غم ہر دو حالتوں میں وہ ایمان کے نور سے آراستہ ہوتے ہیں، کسی آسانی یا پریشانی میں وہ اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ سے غافل و بے پرواہ نہیں ہوتے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"عجباً لأمر المؤمن إن أمره كله خير، وليس ذلك إلا للمؤمن، إن أصابته سراء شكر فكان خيراً له، وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له"۔

مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کا سارا معاملہ ہی خیر ہے، اور یہ خصوصیت صرف مومن کی ہے، اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو شکریہ ادا کرتا ہے، وہ اس کے لئے خیر ہوتا ہے، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے، وہ اس کے لئے خیر ہوتا ہے۔

اور حسن اخلاق ایک عظیم عبادت، خیر کا ایک دروازہ اور اہل ایمان و استقامت کے درجات میں سے ایک بلند درجہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أكمل المؤمنين إيماناً أحاسنكم أخلاقاً" (اسے امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع: ۱۲۳۰)۔

سب سے کامل ایمان والے وہ ہیں جو تم میں سب سے عمدہ اخلاق کے خوگر ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

"أثقل شيء في الميزان الخلق الحسن" (اسے امام ترمذی، ابوداود اور ابن حبان نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۱۳۴))۔

میزان میں سب سے وزنی چیز عمدہ اخلاق ہے۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

"إن المسلم ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم" (اسے امام ابوداود اور ابن حبان نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۱۹۳۲))۔

بے شک مسلمان اپنے عمدہ اخلاق کی بدولت روزہ دار و تہجد گذار کا مقام پا لیتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

"أحب عباد الله إلى الله أحسنهم أخلاقاً" (اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے، صحیح الجامع: ۱۷۷)۔

اللہ کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو سب سے عمدہ اخلاق والا ہے۔

۱۳۔ محبت الٰہی و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحقق:

استقامت کی ایک فضیلت کمال اتباع اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء و صفات کی معرفت کے ذریعہ محبت الٰہی کا تحقق بھی ہے۔

بندے کو اللہ کی معرفت جتنی زیادہ ہوتی ہے، بندہ اتنا ہی زیادہ اللہ سے سچی محبت کرتا ہے، اور سچی محبت یہ ہے کہ اللہ عز وجل ہمارے دلوں میں ہماری جان، مال، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

{وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ} [البقرة: ۱۶۵]۔

اہل ایمان اللہ عز وجل سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان: أن يكون الله ورسوله أحب إليه مما سواهما..."

الحدیث (متفق علیہ)۔

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی چاشنی پالے گا: یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجائیں۔

بہت سے لوگ اس معنیٰ سے غافل ہوتے ہیں، لیکن اہل استقامت کو آپ دیکھیں گے کہ وہ اس محبت کو حقیقی معنوں میں ثابت کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اللہ کے اسماء وصفات اور افعال کی معرفت کے ذریعہ اللہ عزوجل کو پہچانا، لہٰذا ان کے دلوں میں یہ محبت، انقیاد، اطاعت، عاجزی، تعظیم اور اس کے علاوہ دیگر وہ احوال خوب سے خوب تر ہوگئے، اپنے رب سے تعلق میں بندہ کو جن سے متصف ہونا چاہئے۔

آیئے ذرا اس جلیل القدر صحابی کا واقعہ دیکھیں جو اپنے ساتھیوں کو جب بھی نماز پڑھاتے تھے، تو سورۃ اخلاص {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} [الاخلاص:۱] کی تلاوت ضرور کرتے تھے، جب جب نماز پڑھاتے یہ سورت ہمیشہ پڑھتے، جب لوگوں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو نے کہا: یہ رحمن کی سورت ہے، میں اس سے بڑی محبت کرتا ہوں کیونکہ یہ سورت اللہ عزوجل کے بارے میں گفتگو کرتی ہے۔

سبحان اللہ العظیم!! ذرا اس شخص کے بارے میں سوچو کہ وہ کیسے ان عظیم معانی میں غور کرتا تھا، کیونکہ اس میں اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے، اسی لئے یہ سورت اور اس کی خوب خوب تلاوت اسے محبوب تھی، اسی لئے نبی کریم ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"أخبروه أن الله أحبه كما أحب هذه السورة"۔

اسے بتلا دو کہ جیسے اسے اس سورت سے محبت ہے ویسے ہی اللہ کو بھی اس سے محبت ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"أخبروه أن حبه لها قد أدخله الجنة" (اس واقعہ کو امام بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)۔

اسے اطلاع دیدو کہ اس سورت سے محبت کے باعث وہ جنتی ہوگیا۔

سبحان اللہ! کتنا فرق ہے اس میں جو اس سورت کو چھوٹی ہونے کے سبب پڑھتا تو ہے لیکن اس کے معانی پر غور نہیں کرتا!!! اور جو اس سورت کو پڑھتا ہے اور اس کے معانی پر غور کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے، کیونکہ وہ اللہ رحمن ورحیم اور اس کی حمد پر گفتگو کرتی ہے۔۔۔

اسی طرح اہل استقامت کو آپ پائیں گے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی معرفت رکھتے ہیں، آپ کے احوال واقوال اور افعال واخبار کی خوب خبر رکھتے ہیں جس سے ان کے دلوں میں آپ کی محبت دوبالا ہوتی ہے، اور جیسا کہ معلوم ہے نبی کریم ﷺ سے حقیقی محبت واجبات کے قبیل سے ہے۔

ہر مومن مرد وعورت پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے دل میں دنیا کی ہر چیز سے محبوب ہوں، جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين" (متفق علیہ)۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا،

جب تک کہ میں اس کے نزدیک اُس کی اولاد اور اس کے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور یہ چیز اسی وقت ممکن ہے جب نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال، اخبار واحوال، اخلاق وکردار اور شمائل وفضائل کی معرفت ہو، نیز امت پر آپ کی فضیلت اور یہ کہ آپ ﷺ ہی ہماری نجات اور دخول جنت کا سبب ہیں، اسی طرح انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام کے مابین آپ کا مقام اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ تمام خصوصیات کا علم ہو۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے ہماری محبت اختیار و چاہت کی محبت ہے جو آپ کے سلسلہ میں مکمل معرفت پر موقوف ہے، جس طرح ہم اپنی جانوں سے محبت کرتے ہیں، اس طرح طبعی محبت نہیں ہے، اسی لئے آپ ﷺ اس بات کے مستحق ہیں کہ ہماری جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں، کیونکہ آپ ﷺ دنیا و آخرت میں ہر طرح کی بھلائی کے حصول اور ہر طرح کی برائی سے سلامتی کا سبب ہیں، جبکہ ہمارا نفس برائی پر حد درجہ آمادہ کرنے والا ہے، سوائے اس کے جو اللہ کی رحمت سے فیضیاب ہو جائے۔

اور یہ چیز اہل استقامت ہی سے ہو سکتی ہے، جہاں تک مسئلہ دیگر لوگوں کا ہے تو آپ انہیں دیکھیں گے کہ کسی کو نبی کریم ﷺ کے احوال وکوائف کے سلسلہ میں کچھ معلوم ہی نہیں ہے، بلکہ اللہ کی قسم! نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اگر آپ سے تحقیق محبت کی بات کریں تو اسے کچھ سمجھ ہی میں نہیں آئے گا، اور یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔۔۔۔اللہ ہی خیر کرے۔

اور جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**لا والذي نفسي بيده حتى أكون أحب إليك من نفسك**" نہیں! اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا) جب تک کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں! تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "**فإنك الآن والله أحب إلي من نفسي**" اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**الآن يا عمر**" اے عمر! محبت کا حق اب ادا ہوا (دیکھئے: فتح الباری:۱/۵۹)۔

۱۴۔ قبولیت اعمال ودعا کے درجہ کی بلندی:

استقامت کی ایک فضیلت قبولیت اعمال اور دعا کے درجہ کی بلندی بھی ہے، کیونکہ اللہ کے دین پر ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سب سے زیادہ مخلص اور متبع سنت ہوتے ہیں۔

اور یہ چیز سب سے زیادہ اہل استقامت کے یہاں ہوتی ہے، کیونکہ جیسا کہ گزرا، کہ استقامت تحقیق توحید اور اسی طرح تحقیق اتباع ومحبت نبی ﷺ کے عظیم اسباب میں سے ہے، نیز زیادہ تر ان کے اعمال قبولیت عمل کے موانع سے خالی ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ} [المائدۃ:۲۷]۔

بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے قبول فرماتا ہے۔

کسی کی کوئی بھی عبادت، تقرب یا عمل قبول نہیں ہو جاتا، بلکہ اللہ تعالیٰ انہی کے اعمال قبول فرماتا ہے، جو متقی اور اللہ کے دین پر قائم ہوں، جن کے اعمال قبولیت کے موانع سے خالی ہوں، اللہ

عزوجل سے دعا گو ہیں کہ ہمارے ساتھ اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمائے اور ایسا معاملہ فرمائے جس کا وہ اہل ہے، بے شک وہ تقویٰ اور مغفرت کا اہل ہے۔۔۔

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ قبولیت دعا کا ایک سبب ہے۔

ہر شخص دعا کرتا ہے اور اس کی تمنا ہوتی ہے اس کی دعا قبول ہو جائے، لیکن کیا ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے؟؟ نہیں، صرف صالحین اور اہل ستقامت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، جو دعا کے آداب کا تحقق کرتے ہیں، اسباب قبولیت کو اپناتے ہیں اور قبولیت کے موانع وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إذا مات ابن آدم انقطع عنه عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له" (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے: صدقۂ جاریہ، یا کوئی علم جس سے نفع اٹھایا جائے، یا کوئی نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں ذکر فرمایا ہے کہ:

"أن الرجل يطيل السفر، أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء: يا رب! يا رب! ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذي بالحرام، فأنى يستجاب لذلك" (اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

کہ ایک شخص دور دراز کا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور وہ غبار آلود ہوتا ہے، وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے "اے رب"، "اے رب" جبکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے، اس کا پینا حرام ہوتا ہے، اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے، تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟۔

اور حدیث قدسی میں اللہ عزوجل کا اپنے سے یہ فرمان بھی گزر چکا ہے:

"ولئن سألني لأعطينه، ولئن استعاذني لأعيذنه" (اسے بھی امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں اسے ضرور عطا کروں گا، اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے گا تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ صالح اور دین اسلام پر ثابت قدم شخص کی دعا ان شاء اللہ قبول ہوتی ہے، اس کا معاملہ دیگر لوگوں کی دعاؤں کی طرح نہیں ہے۔

اب چونکہ ہم میں سے ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کی دعا قبول ہو، لہٰذا اسے چاہیئے کہ استقامت اپنائے، اسباب قبولیت کو بروئے کار لائے اور دعا کے آداب کی معرفت حاصل کرے۔

۱۵۔ محاسبۂ نفس:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت پیہم محاسبۂ نفس اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات کی تیاری بھی ہے۔

بہت سے لوگوں کو زندگی میں آپ ایسا دیکھیں گے کہ گویا اسے کبھی موت ہی نہ آئے گی، اس کا حساب وکتاب ہی نہ ہوگا، نہ کوئی تیاری ہے، نہ اپنے نفس کا محاسبہ اور نہ ہی اپنے حرکت وکرتوت پر کوئی نظر۔

لیکن جو اپنے دین پر ثابت قدم ہے وہ جانتا ہے کہ اسے حساب وکتاب، میزان، پل صراط اور جنت یا جہنم کا سامنا کرنا ہے، اسے ہمیشہ محاسبہ، نفس کی نگہداشت اور اللہ سے ملاقات کی تیاری کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

وہ ہمیشہ موت کو اپنے سامنے دیکھتا ہے، جب شام ہوتی ہے تو صبح کا اور صبح ہوتی ہے تو شام کا انتظار نہیں کرتا، چنانچہ یہ جذبہ استقامت اس کی زندگی، اس کے اعمال، اس کے تعلقات اور معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے، اور وہ اللہ کے حکم سے گناہوں و معاصی سے لوگوں میں سب سے دور ہوجاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سفر آخرت کی تیاری کریں، اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ کل روا قیامت کے لئے ہم نے کیا بھیجا ہے، ارشاد باری ہے:

{يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ}[الحشر:۱۸]۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ کل قیامت کے لئے اس نے کیا بھیجا ہے۔

یہ محاسبہ کی آیت ہے، جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل" (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

دنیا میں ایسے رہو کہ گویا تم اجنبی یا مسافر ہو۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے:

"إذا أصبحت فلا تنتظر المساء وإذا أمسيت فلا تنتظر الصباح" (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

جب تمہاری صبح ہوجائے تو شام کا انتظار نہ کرو، اور جب شام ہوجائے تو صبح کا انتظار نہ کرو۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إن المؤمن يرى ذنبه كالجبل يخاف أن يقع عليه" (اسے بھی امام بخاری نے روایت کیا ہے)۔

مومن اپنے گناہ کو ایسے دیکھتا ہے جیسے کوئی پہاڑ ہو، جس کے اپنے اوپر گر جانے کا اندیشہ ہو۔

اسی طرح اثر میں بھی وارد ہے:

"إن الله لا يجمع على عبده أمنين ولا خوفين، من أمن في الدنيا خاف في الآخرة، ومن خاف في الدنيا أمن في الآخرة"۔

اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر دو امن اور دو خوف اکٹھا نہیں کرے گا، جو دنیا میں بے خوف ہوگا آخرت میں ڈرے گا اور جو دنیا میں ڈرے گا آخرت میں بے خوف ہوگا۔

اسی طرح ایک اور اثر میں مروی ہے:

"الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من أتبع نفسه هواها وتمنى على الله الأماني"۔

عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے کام کرے، اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے تابع کردے اور اللہ سے جھوٹی تمنائیں کرتا رہے۔

لہٰذا اللہ کے دین پر مستقیم ہمیشہ محاسبہ اور نفس کی نگرانی میں ہوتا ہے، اللہ عزوجل سے ملاقات کی تیاری میں لگا رہتا ہے، اور اس عظیم ہولناک گھڑی اور طے شدہ ٹھکانے کو کبھی نہیں بھولتا جس سے کسی کو رُستگاری نہیں، ہم غافلوں کے زمرے میں شامل ہونے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

❖ ❖ ❖

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: کسی شخص کی وفات پر اس کے اہل خانہ اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں شرعی اعتبار سے کون کون سی چیزیں عائد ہوتی ہیں اور اس تعلق سے کون کون سی چیزیں ان کے لئے ناجائز اور حرام ہیں وضاحت کریں؟

جواب: ایک مسلمان کی وفات پر اس کے اہل خانہ اور اقارب کے لئے شریعت اسلامیہ نے کچھ آداب واصول مقرر کئے ہیں جن میں کچھ کا بجالانا ضروری اور واجب ہے اور کچھ چیزوں سے بچنا اور دور رہنا لازم ہے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

(الف): کسی کی وفات پر اہل خانہ واقارب پر عائد ہونے والے احکام:

(۱) ایسے موقع پر بیوی بچوں اور دیگر افراد خانہ اور اقارب کو چاہئے کہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہیں اور انتہائی صبر وضبط کا مظاہرہ کریں۔ ایسے موقع پر صبر کی بڑی فضیلت وارد ہے اور سب سے بہترین صبر وہ ہے جو مصیبت کی پہلی گھڑی اور اول مرحلہ میں ہو۔

فرمان نبوی: **"إنما الصبر عند الصدمة الأولى"** کہ صبر تو مصیبت کی پہلی گھڑی اور اول مرحلہ کے وقت ہوتا ہے۔ (بخاری رقم: ۱۳۰۲، مسلم رقم: ۹۲۶) بالخصوص اولاد کی وفات پر صبر کی بڑی فضیلت ہے۔

(۲) **إنا لله وانا اليه راجعون** پڑھنا اور اس کے ساتھ یہ نبوی دعا بھی ورد زبان رکھنا چاہئے **"اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها"** کہ اے اللہ مجھے اپنی اس مصیبت پر اجر عطا فرما اور مجھے اس کے بدلہ میں بھلائی نصیب فرما۔ (مسلم رقم: ۹۱۸، مسند احمد: ۶/۳۰۹)

(۳) عورت کو اجازت ہے کہ اپنے شوہر یا قریبی یا اولاد کی وفات پر سوگ منائے (یعنی زیب وزینت کے اظہار سے بچے) شوہر پر چار مہینہ دس دن اور شوہر کے علاوہ پر صرف تین دنوں تک سوگ منانا جائز ہے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بات وارد ہے کہ **"لايحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث الإعلى زوج أربعة أشهر وعشرا"** کہ کسی مومنہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کے جس کی مدت چار ماہ دس دن

ہے۔(بخاری:۱۲۸۹)

(۴) اس کے بعد شرعی اعتبار سے سنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق اس کی وصیت کی تنفیذ کرنا، قرضہ جات کی ادائیگی کرنا، تجہیز وتکفین کرنا اور نماز جنازہ وتدفین وغیرہ کرنا چاہئے جس کی تفصیلات احادیث مبارکہ اور فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔

(۵) غم کیوجہ سے بلا جزع وفزع کئے اگر آنسو جاری ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے فرمان نبی اکرم ﷺ: "**إنّ العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول إلاما یرضی ربنا**" کہ آنکھ سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں اور دل کو غم۔۔۔۔ ہوتا ہے، اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔ (بخاری: ۱۳۰۳)

نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات پر آنسو نکل پڑے تھے۔

(ب): وفات کے وقت میت کے اقارب واہل خانہ پر حرام ہونے والی چیزیں:

(۱) نوحہ خوانی کرنا، نوحہ خوانی کا مطلب ہے کہ کسی کی وفات پر زور زور سے چیخنا چلانا، بینڈ بجانا، سر پر مٹی ڈالنا، جزع فزع کرنا وغیرہ وگیرہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**اثنان فی الناس هما بهم کفر: الطعن فی النسب والنیاحة علی المیت**" کہ دو چیزیں لوگوں کے اندر کفر کا باعث ہیں: (۱) کسی کے حسب ونسب پر طعنہ زنی کرنا۔ (۲) میت پر نوحہ کرنا۔ (مسلم رقم: ۶۷)

اسی لئے نہ تو گھر والوں کو نوحہ کرنا چاہئے اور نہ مرنے والے کو وفات سے پہلے اس کے کرنے کے لئے وصیت کرنی چاہئے کیونکہ ایسا کرنا باعث عذاب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ کتب احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

(۲) گریبان چاک کرنا، رخسار پیٹنا، چہرہ نوچنا اور جاہلیت کی پکار پکارنا حرام ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**لیس منامن لطم الخدود وشق الجیوب ودعابدعوی الجاهلیة**" کہ ہم میں سے نہیں ہے وہ جو (کسی کے مرنے یا غم پڑنے پر) گال پیٹے، گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی پکار پکارے۔ (بخاری: ۱۲۹۴، مسلم: ۱۰۳)

(۳) غم کیوجہ سے سر منڈانا حرام ہے۔ حضرت ابو بردہ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے مصیبت کے موقع پر بیوی کو چیختے، واویلا کرتے دیکھا تو کہنے لگے کہ: "**انا بریٔ ممن بریٔ منه رسول اللہ ﷺ فإن رسول اللہ ﷺ بریٔ من الصالقة والحالقة والشاقة**" کہ میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اکرم ﷺ نے براءت کا اظہار کیا ہے اور

رسول اکرم ﷺ نے صالقہ یعنی نوحہ کرنے والی عورت اور حالقہ (یعنی سر منڈانے والی عورت) اور شاقہ (یعنی گریبان پھاڑنے والی عورت) سے براءت کا اظہار کیا ہے۔ (بخاری: ۱۲۹۶، مسلم: ۱۰۴)

(۴) کسی کی وفات پر غم منانے کے لئے بال بکھیرنا حرام ہے نبی اکرم ﷺ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو دیگر امور پر بیعت کے ساتھ اس بات کی بھی بیعت لیتے تھے کہ **"أن لاننشر شعرا"** کہ کسی کی وفات پر بال نہ بکھیریں گی۔ (ابوداؤد بسند صحیح رقم: ۳۱۳۱)

بال بکھیرنے کی اس عادت بد میں غم کے طور پر داڑھی کے بال چھوڑ دینا اور پھر اس کے بعد منڈوانا بھی شامل ہے جو کہ اس زمانہ میں رسم بد کے طور پر جاری ہے، حالانکہ داڑھی کا سراسر مونڈنا حرام ہے۔

(۵) زمانہ جاہلیت کی طرح سے کسی کی وفات پر موت کی خبر عام کرنا جسے نعی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اس کی صورت یہ تھی کہ گھروں کے دروازوں اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جاتا تھا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی لئے مسجد کے میناروں سے کسی کے مرنے کی خبر عام کرنے کو بھی اس ممانعت میں شامل کیا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جب کسی کی وفات ہوتی تو کہتے تھے کہ **"إذا مت فلا توذنوابی أحدا إنی اخاف أن یکون نعیا وإنی سمعت رسول اللہ ینھی عن النعی"** کہ جب میں مرجاؤں تو میرے مرنے کی خبر کسی کو مت دینا مجھے ڈر ہے کہ کہیں نعی نہ ہوجائے جس سے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۹۸۶، بسند حسن)

البتہ اگر بلا جزع وفزع اور چیخ وپکار کے سادگی کے ساتھ لوگوں کو اس کی اطلاع دی جائے تو یہ جائز اور درست ہے نبی اکرم ﷺ نے نجاشی بادشاہ کی وفات پر لوگوں کو ان کے موت کی خبر دی تھی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس سلسلے کی روایات موجود ہیں۔ (دیکھئے بخاری: ۱۳۳۳ / ومسلم: ۹۵۱)

امام نووی رحمہ اللہ اس سلسلے میں بڑی پیاری بات لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کی وفات پر اس کی خبر دینا مستحب ہے بشرطیکہ یہ جاہلیت کے طرز پہ نہ ہو بلکہ صرف نماز جنازہ اس کی اتباع اور اس سلسلے میں اس کے حق کی ادائیگی کی صرف اطلاع ہو۔ اور جس نعی کی ممانعت وارد ہے اس سے مراد زمانہ جاہلیت کی وہ نعی ہے جس میں میت کے مفاخر اور محاسن کو بیان کرکے اس کی خبر دی جاتی تھی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی رقم: ۹۵۱ / کے تحت)

اس کے علاوہ وفات کے بعد فاتحہ خوانی، تیجہ چہلم، برسی، گیارہویں، چالیسواں وغیرہ کرنا سراسر حرام ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں بلکہ یہ سب بدعات اور خرافات ہیں، جن سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔

❖ ❖ ❖

رپورٹ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا شعبۂ اعلام (الکٹرانک میڈیا)

ادارہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی، کتاب وسنت اور اسوۂ سلف کی دعوت کا متفقہ پلیٹ فارم ہے۔عقیدہ و منہج سلف کی نشر واشاعت نیز اصلاح سلوک وتزکیۂ نفس کی ترغیب اُس کا نصب العین ہے، ساتھ ہی اس بابرکت اور عظیم الشان مشن کی تبلیغ و اشاعت میں اگر ایک طرف وہ کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہیں رہی تو دوسری طرف کسی مادیت پرستی، دنیوی منفعت، خودغرضی، ہوائے نفس، مدح وثنا اور پذیرائی کی طمع، آزادروی، بے اصولی، میڈیائیت اور امعیت کی بھی قولی یا عملی روادار نہیں رہی ہے، بلکہ انفرادی واجتماعی دونوں سطحوں پر امت کو ہر قسم کی ہوا پرستیوں اور تمام تر بے اعتدالیوں سے نکالنا اور دور رکھنا اس کا منشور رہا ہے۔اوراس مشن کی تکمیل میں اپنے محدود مادی وافرادی وسائل کے مطابق اپنی بساط بھی سرگرم عمل ہے، اور اللہ سے توفیق مزید کی طلبگار رہے۔

بحمد للہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی امیر جماعت و جمعیت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی حفظہ اللہ کی قیادت وسرپرستی میں اہل علم کی مدد سے تعلیمی، تربیتی، دعوتی، تحقیقی، اشاعتی، تنظیمی اور رفاہی محاذوں پر پوری طرح سنجیدہ اور فعال ہے، جس کا مشاہدہ ہر غیر تمند، انصاف پسند اور بابصیرت شخص کرسکتا ہے۔

چنانچہ صوبائی جمعیت اہل حدیث کے زیراہتمام ممبئی شہر اور اطراف میں خطبات جمعہ، اور مختلف مساجد میں باضابطہ ہفتہ واری علمی اور منہجی دروس کا سلسلہ جاری ہے، جس سے سیکڑوں نواجوانوں کی خالص منہجی تربیت ہو رہی ہے، اسی طرح ممبئی جماعت کی مساجد میں ماہانہ اجتماعات منعقد ہوتے ہیں، سالانہ ایک سے زائد بڑی کانفرنسوں اورسمپوزیم کا انعقاد ہوتا ہے، جن میں ملک اور بیرون ملک کے اہل علم شرکت فرما کر حاضرین کی رہنمائی فرماتے ہیں، جمعیت کا ماہانہ آرگن ''الجماعۃ'' بعض دشواریوں کے بعد اب باقاعدہ جاری ہے، مختلف اہم تقاضوں کے مطابق اہم ترین عناوین پر ہر سال لاکھوں روپیوں کی کتابیں شائع کی جاتی ہیں اور انہیں پورے ملک میں مفت عام کیا جاتا ہے، دعاۃ إلی اللہ اور ائمہ مساجد کی تربیت کا نظم کیا جاتا ہے، شہر ممبئی کے مدارس اور اسکولوں کے طلبہ کی تربیت اور حوصلہ افزائی کے لئے تعلیمی انعامی مقابلے اور مظاہرے منعقد کئے جاتے ہیں، دفتر کو موصول ہونے والے افراد جماعت کے استفتاءات کے فتاوے لکھے جاتے ہیں اور ایسے بھی رہنمائی کی جاتی ہے، ملک و بیرون ملک کے مصیبت زدگان کے لئے مالی و عینی ریلیف کا انتظام کیا جاتا ہے، جیسا کہ سال گذشتہ کشمیر اور نیپال کے آفت زدگان کے لئے بڑی رقمیں ریلیف فنڈ سے پہنچائی گئیں، جماعت کے بعض نادار اور ضرورتمندوں کی حسب امکان مالی مدد بھی کی جاتی ہے، جماعتی افراد کے مالی اور عائلی جھگڑوں اور نزاعات کے تصفیے کئے جاتے ہیں وغیرہ، فللہ الحمد علی ذلک۔

وسائل ابلاغ اور اعلام کی دنیا میں اس وقت الکٹرانک میڈیا دیگر سارے اسباب ووسائل کو ماند کر چکا ہے، اس کی ضرورت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، انٹرنیٹ اور اس سے متعلقہ ذرائع کو اگر شہرت وریاکاری اور ہوس رانی کے مقصد سے دور مخلصانہ طور پر حسب ضرورت ہدف کے بجائے بطور وسیلہ بروئے کار لایا جائے تو دعوت کا کام مثبت طور پر بہت دور تک (بقیہ صفحہ: ۳۳ پر)

جمعیت کی سرگرمیاں

دفتر صوبائی جمعیت

رپورٹ:

صوبائی جمعیت اور مساجد کے ذمہ داران کی میٹنگ

۳/اپریل بروز اتوار جامعۃ الرشاد کرلا میں ممبئی کی اہل حدیث مساجد کے ٹرسٹیان کے ساتھ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران کی میٹنگ ہوئی۔ شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ کے درس قرآن سے میٹنگ کا آغاز ہوا۔ شیخ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۸: (اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ) (التوبۃ:۱۸) اور سورہ جن کی آیت نمبر ۱۸: (وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) (الجن:۱۸) کی تلاوت فرمائی۔

پھر ترجمہ اور تشریح پیش کرتے ہوئے بتلایا کہ مساجد کی تعمیر ہر لحاظ سے ہونی چاہئے۔ ظاہری لحاظ سے بھی، مادی لحاظ سے بھی اور معنوی لحاظ سے بھی اور مساجد دعوت وتبلیغ کے لئے مراکز کی حیثیت رکھتی ہیں یہاں سے خالص توحید کی دعوت عام ہونی چاہئے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو اللہ کے یہاں سب سے محبوب جگہ قرار دیا ہے اور بازاروں کو سب سے بری جگہ کہا ہے۔ اس لئے ہم سب کو مساجد کی اہمیت سمجھنی چاہئے اور مادی، ظاہری اور معنوی ہر لحاظ سے مساجد کی تعمیر میں حصہ لینا چاہئے۔

اس کے بعد صوبائی جمعیت کے امیر شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے ناصحانہ کلمات پیش کئے، آپ نے مساجد کی اہمیت پر روشنی ڈالی، اجتماعی زندگی کے فوائد بتلاتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو جماعتی زندگی گذارنی چاہئے اور مساجد اس کے لئے بہترین ذریعہ ہیں۔

اس کے بعد شیخ مقیم فیضی حفظہ اللہ نے بھی چند کلمات پیش کئے آپ نے کہا کہ: مساجد کے لئے باصلاحیت اور لائق وفائق ائمہ کی تقرری نہیں ہو پاتی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مساجد کے ائمہ ایسے ہوں جو دروس قرآن اور دروس حدیث کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دے سکیں، عوام کی رہنمائی کرسکیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

شیخ نے اپنے کلمات میں اس بات کی بھی وضاحت کی کہ آج جو لوگ سلفیت کے خلاف پوری طرح سرگرم ہیں وہ تین گروہ ہیں:

(۱) صہیونیت (۲) شیعیت (۳) صوفیت وقبوری شریعت

یہ تینوں گروہ سلفیت کے خلاف پروپیگنڈہ کررہے ہیں ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سلفیت کے اندر خارجیت اور مسلمانوں کی تکفیر کی گنجائش نہیں ہے تکفیر اہل بدعت کا شیوہ ہے۔ سلفیت میں کسی کی تکفیر کے سلسلے میں جو احتیاط ہے اس کی کوئی مثال کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ شیخ نے آخر میں یہ بھی وضاحت کی کہ دہشت گردی کا سلفیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کے بعد درج ذیل ایجنڈوں پر گفتگو ہوئی اور شرکاء میٹنگ نے اپنی اپنی آراء وتجاویز سے نوازا۔

❖ ائمہ مساجد کی تربیت کا نظم:

اس سلسلے میں یہ بات سامنے آئی کہ آج مساجد کے ذمہ داران کا یہ ذہن بن چکا ہے کہ کسی طرح کام چلے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مساجد کو باصلاحیت ائمہ نہیں مل رہے۔ یہ بات بھی کہی گئی کہ مساجد کے ذمہ داران کو چاہئے کہ وہ اپنے ائمہ کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی وغیرہ کی طرف سے ائمہ وعلماء کے لئے منعقد ہونے والے خصوصی تربیتی پروگرام میں شرکت کی تاکید کریں۔

بعض حضرات کی طرف سے یہ بھی مشورہ آیا کہ ائمہ کے مطالعہ کے لئے ہر مسجد میں ایک مختصر لائبریری ہو جس میں مراجع ومصادر کی اہم کتابیں موجود ہوں اور اس کے لئے بعض رسائل وجرائد بھی جاری کرائے جائیں۔ نیز آج کے دور کے لحاظ سے کمپیوٹر ولیپ ٹاپ کا بندوبست بھی کیا جائے۔

❖ مساجد کا رجسٹریشن:

اس سلسلے میں یہ طے کیا گیا کہ تمام مساجد کے ذمہ داران اپنی مساجد کا رجسٹریشن کروائیں۔ نیز مسجد کے لئے لائٹ یا پانی کا حصول غیر قانونی طور پر نہیں ہونا چاہئے۔

❖ مساجد میں تعلیم وتربیت کا نظم:

مساجد میں تعلیم وتربیت کے سلسلے میں یہ بات کہی گئی کہ تمام مساجد میں مکاتب قائم کئے جائیں اور ان مکاتب کے لئے ایک خاص نصاب کا انتخاب کیا جائے جو ان شاء اللہ امید ہے کہ جامعہ سلفیہ بنارس کی طرف سے جلد ہی مرتب کردیا جائے گا۔

اسی طرح مساجد میں حفظ قرآن کا شعبہ بھی قائم کیا جائے اور ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو تمام مکاتب اور ان کی تعلیمی صورت حال کا جائزہ لیتی رہے۔

❖ مساجد میں صباحی ومسائی دروس کا اہتمام:

مساجد میں دروس کے متعلق یہ بات کہی گئی کہ ہر مسجد میں پابندی کے ساتھ دروس قرآن اور دروس حدیث کا نظم ہو۔ اور جو ائمہ علماء نہیں ہیں بلکہ صرف حفاظ ہیں وہ منتخب کتابوں سے دروس دیں مثلاً درس قرآن کے لئے احسن البیان اور درس حدیث کے لئے ریاض الصالحین سے کچھ حصہ روزآنہ پڑھ کر سنائیں۔

❖ مساجد کے دیگر مسائل اور ان کا حل:

مساجد کے دیگر مسائل میں ائمہ کی تقرری پر گفتگو ہوئی کہ آج کل مساجد کے لئے مناسب ائمہ نہیں مل رہے ہیں بالخصوص گاؤں وغیرہ میں تو امامت کے لئے بمشکل ہی کوئی تیار ہوتا ہے۔ اس کے اسباب وعلاج پر بات کرتے ہوئے کہا گیا کہ ائمہ کے لئے اچھی تنخواہوں کا بندوبست ہونا چاہئے نیز ان کے لئے مختلف قسم کی سہولیات فراہم کی جائیں مثلاً ان کے لئے مع فیملی رہائش کا بندوبست وغیرہ اس کے ساتھ ساتھ مساجد کے ٹرسٹیان ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔

❖ **مساجد اور جمعیت کے مابین مضبوط روابط وتعاون:**

مساجد اور جمعیت کے مابین رابطے اور باہمی تعاون پر بات کی گئی کہ تمام مساجد جمعیت سے منسلک ہوں اور جمعیت کی ماتحتی ونگرانی میں رہیں۔ مساجد کے ذمہ داران کو کسی مشکل کا سامنا ہو تو جمعیت سے رابطہ کریں جمعیت ہر ممکن تعاون پیش کرنے کی کوشش کرے گی۔

اسی طرح مساجد کے ذمہ داران جمعیت کے لئے مالی تعاون میں بھی حصہ لیں، اور سال میں ایک یا دو جمعہ کی وصولی جمعیت کے لئے مختص کریں۔ تاکہ جمعیت کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو۔

بعض احباب کی طرف مشورہ آیا کہ جمعیت کا ایک عظیم الشان کمپلیکس ہو جس میں جمعیت کا اپنا اسپتال، اپنا اسکول اور متعدد فنون کے کالج وغیرہ ہوں۔ جمعیت نے اس مشورہ کا خیر مقدم کیا اور یقین دلایا کہ جماعت کے افراد اس کے لئے تعاون پر آمادہ ہوئے تو جمعیت پورے جوش وخروش کے ساتھ اس سلسلے میں پیش رفت کرے گی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجتماع بحسن وخوبی اختتام پذیر

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجتماع مورخہ ۱۴/اپریل بروز جمعرات بعد نماز عصر تا دس بجے شب، مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ، پائپ روڈ کرلا میں زیر صدارت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی عظمی) منعقد ہوا، امامِ مسجد حافظ مجاہد صاحب کی تلاوت قرآن مجید سے مجلس کا آغاز ہوا، بعد ازیں فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے ''وقت کی اہمیت،، پر خطاب کرتے ہوئے قرآنی آیات واحادیث کی روشنی میں وقت کو ضائع کرنے سے بچنے کی تلقین فرمائی، اور کہا کہ وقت کا صحیح استعمال دنیا وآخرت میں انسان کی کامیابی کا باعث ہے، جس کے بارے میں اکثر لوگ لا پروائی اور غفلت کا شکار ہیں، حالانکہ اللہ رب العالمین اس بارے میں باز پرس کرے گا کہ عمر کو کہاں ضائع کیا،، بعدہ: ''اسلامک فقہ کونسل آف انڈیا،، کے صدر فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ نے سماج میں پھیلی ہوئی شرک کی مختلف صورتوں اور شکلوں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے افراط وتفریط سے بچنے کی تاکید فرمائی، اور کہا کہ آدمی جب تک شرک سے توبہ نہیں کرتا اس وقت تک اس کا کوئی بھی عمل اللہ تعالی کے یہاں قابل قبول نہیں ہوتا، لہذا! توحید سب سے بڑی نیکی ہے، جس کے تقاضے کو سمجھنا اور عقیدہ کو شرک کی آمیزش سے خالص کرنا دنیا وآخرت کی کامیابی کے لئے لازمی عنصر ہے، جمعیت اہل حدیث ممبئی عظمی کے نائب امیر فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے ''اسلام میں عورتوں کا کردار،، بیان کرتے ہوئے کہا کہ عورتیں سماج کا نصف حصہ ہیں، جیسے ایک مرد نیک اور صالح بن سکتا ہے اسی طرح ایک عورت بھی اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ اونچا مقام پاسکتی ہے، اسلاف کے زمانے میں خواتین نے سماج کی اصلاح وتربیت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، مگر افسوس کی آج عورتوں کا اخلاق وکردار اس قدر پست ہوگیا ہے کہ عریانیت وفحاشی، بے پردگی ومنکرات کا چلن عام ہوتا چلا جا رہا ہے، لہذا خواتین اللہ کے عذاب سے

ڈریں اور اپنا مقام ومرتبہ پہچانیں،،۔

بعد نماز مغرب دوسری نشست میں جماعت کے معروف ومشہور داعی ومبلغ فضیلۃ الاستاذ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں دعوت وتبلیغ کے نام پر پیدا ہونے والی بے اعتدالیوں پر قدغن لگاتے ہوئے بڑے ہی عمدہ پیرائے میں واضح کیا کہ لفظ دعوت اور تبلیغ میں فرق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، غیر مسلموں میں دعوت کے نام پر ایک طوفان برپا ہے، جس کے لئے عوام میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ جو لوگ مساجد ومدارس میں درس وتدریس کے ذریعہ، جمعہ کے خطبات، دورس ومحاضرات، تالیف وتصنیف میں لگ کر خاموشی سے امت کی صحیح رہبری اور تعلیم وتربیت کا بار اٹھائے ہوئے ہیں حقیقت میں یہ اصل دعوت نہیں ہے، سڑکوں اور چوراہوں پر کھڑے ہو کر پمفلٹ اور قرآن بانٹنا، مندروں اور گرجا گھروں میں جا کر مناظرہ کرنا، یا بعض لوگوں کا اشلوک نمبر، حدیث نمبر، آیت نمبر گنوا دینا اس دور کی اصل دعوت ہے، اور وہی شخص سب سے بڑا عالم اور محدث ومبلغ سمجھا جاتا ہے، ان کی نظر میں علماء کی کوئی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ علماء ان کی طرح گیتا اور رامائن کا اشلوک نہیں پڑھ سکتے، دعوت کے نام پر ہمارے نوجوانوں کا مزاج اس قدر بگڑ گیا ہے کہ نوجوان اپنے علماء سے آزاد ہو کر فتنوں کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں، ((اسی لئے دعوہ سینٹروں پر سینٹر کھلتے چلے جا رہے ہیں، اور یوٹوب اور میڈیا پر چمکنے والوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی ہے، ایسی سوچ اور فکر علماء امت کی توہین اور خارجیت کی روش ہے، اور یہی وجہ ہے کہ دعوت کا میدان سستی شہرت اور دولت حاصل کرنے کا اکھاڑا بنتا جا رہا ہے، جو ڈاکٹر، انجینئر، ایڈوکیٹ، اور تاجر اپنے میدان میں کامیاب نہیں ہو پاتا، یا اس کا مقصود بر نہیں آتا، وہ میڈیا کے راستے سے داعی اسلام بن کر چمکنے کا آسان راستہ ڈھونڈ لیتا ہے، پھر ناقص علم کی روشنی میں امت کو ایسا ایسا گڑ کھلاتا ہے کہ اہل علم دیکھ کر سر پیٹتے رہ جاتے ہیں، عوام الناس کو اس طرح کے فتنوں کو سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے)) بعد ازیں جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی فضیلۃ الشیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے مختصر سا خطاب فرمایا، اور کہا کہ کسی کے موقف کا رد نصوص کی روشنی میں احسن طریقے سے کیا جا سکتا ہے مگر اسے گالی گلوچ اور برا بھلا نہیں کہا جا سکتا،، بعدہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق نائب ناظم فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی حفظہ اللہ ''اسلامی مہینے اہمیت اور خرافات،، کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے رجب کے کونڈے، شعبان کی مختلف بدعیں، محرم اور ربیع الاول کے بدعات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے ان مہینوں میں در آنے والے مختلف طرح کے بدعات کی تردید فرمائی، اور لوگوں کو عقیدہ ومنہج کی حفاظت کرنے اور توحید وسنت کی راہ پر چلنے کی تاکید فرمائی،، ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا کے ناظم فضیلۃ الشیخ محمد ارشد سکراوی حفظہ اللہ نے نظامت کی ذمہ داری بحسن وخوبی ادا کی، خواتین وحضرات کی بڑی تعداد نے شریک ہو کر علماء کے خطاب سے استفادہ کیا، اس پروگرام کی کامیابی پر ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی مسجد کے اراکین وذمہ داران اور نوجوانوں کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کے حق میں دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کی کوششوں کو شرف قبولیت عطاء فرمائے، اور ہمارے لئے ذریعۂ نجات بنائے،، آمین۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
May 2016

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈبل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com